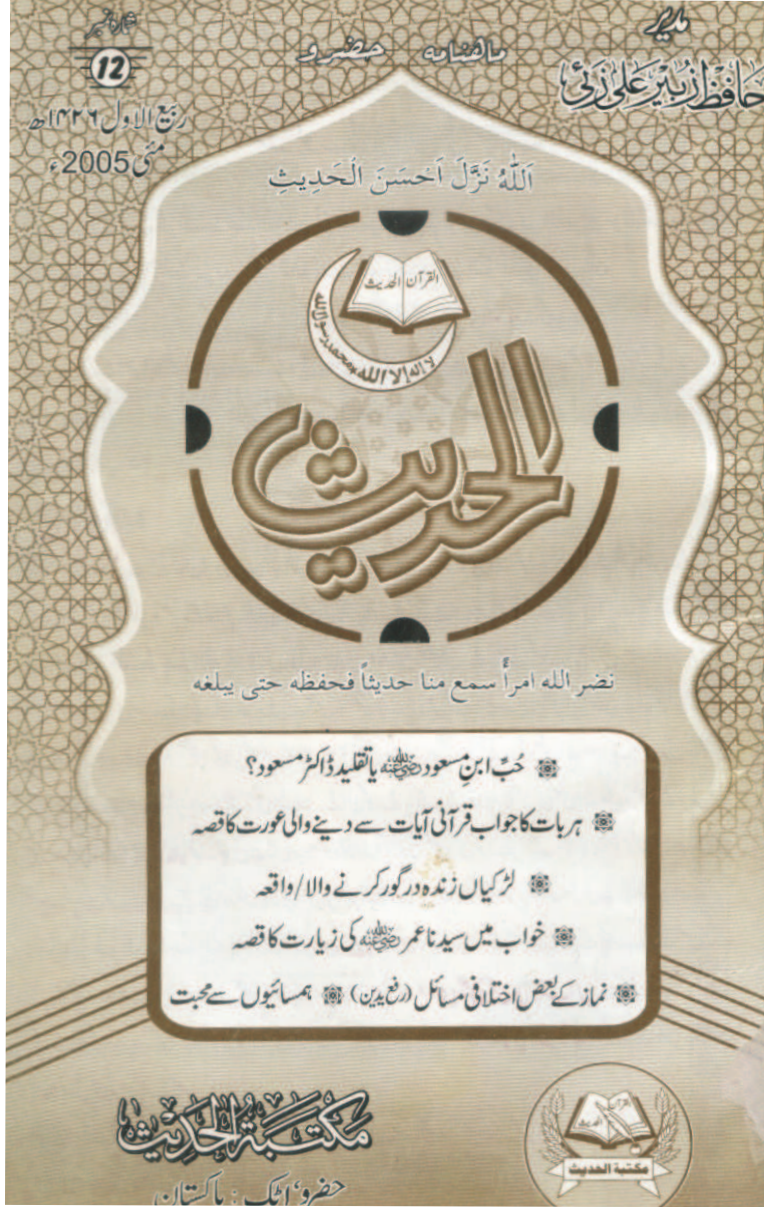


MAKTABA TUL HADITH HAZRO

By Alhadith at 11:28:49 PM, 2/25/2015



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

احسن الحدیث منہ بولے بیٹوں کی نسبت؟ حافظ ندیم ظہیر

أَدْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَ مَوَالِيكُمْ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلَكِنْ مَاتَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا

ان (منہ بولے بیٹوں) کو ان کے باپوں کے نام سے پکارا کرو اللہ کے ہاں یہی انصاف کی بات ہے۔ اور اگر تمہیں ان کے باپوں (کے نام) کا علم نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے دوست ہیں اور کوئی بات تم بھول چوک کی بنا پر کہہ دو تو اس میں تم پر کوئی گرفت نہیں مگر جو دل کے ارادہ سے کہو (اس پر ضرور گرفت ہوگی) اللہ تعالیٰ یقیناً معاف کرنے والا ہے۔ [الاحزاب: ۵]

فقہ القرآن :

۱: مذکورہ آیت کے شان نزول میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے زید بن محمد کہہ کر پکارتے تھے یہاں تک کہ قرآن مجید کی آیت ﴿أَدْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ﴾ نازل ہوئی [بخاری: ۸۲۷، تفصیل کے لئے دیکھئے جامع التفسیر ۱۵۹۱/۳، التفسیر الصحیح ۱۱۱/۴] اسی سلسلہ کی ایک اور حدیث ہے جس کا مفہوم درج ذیل ہے: ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے سالم بن معقل رضی اللہ عنہ کو منہ بولا بیٹا (متبنی) بنایا پھر ان کا نکاح اپنی بھتیجی ہندہ سے کر دیا پہلے سالم رضی اللہ عنہ ایک انصاری خاتون کے آزاد کردہ غلام تھے لیکن ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ان کو لے پا لک بنایا تھا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زید رضی اللہ عنہ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا۔ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ اگر کوئی شخص کسی کو لے پا لک بیٹا لیتا تو لوگ اسے اسی کی طرف نسبت کر کے پکارتے تھے اور منہ بولا بیٹا اس کی میراث سے بھی حصہ لیتا آخر یہ آیت اتری ﴿أَدْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ﴾ تو لوگ انھیں ان کے (حقیقی) باپوں کی طرف منسوب کر کے پکارنے لگے جس کے باپ کا علم نہ ہوتا اسے دینی بھائی (سمجھا) اور پکارا جاتا [بخاری: ۵۰۸۸] یعنی متبنی کی نسبت اس کے حقیقی باپ کی طرف کی جائے گی، باپ کے نام کا علم نہ ہونے کی صورت میں بھی وہ ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾ [الحجرات: ۱۰] کے تحت دینی بھائی ہی قرار پائے گا۔

۲: قصداً گناہ کرنے میں اور سہواً خطا ہوجانے میں فرق ہے۔ قصداً گناہ کا مرتکب عتاب الہی کا مستحق ہے جبکہ سہواً خطا کار ﴿وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾ کا امیدوار ہے۔

تقلید اور اہل تقلید

کسی غیر نبی کی بے دلیل و بلا حجت بات، آنکھیں بند کر کے، بے سوچے سمجھے تسلیم کرنا تقلید کہلاتا ہے، جناب اشرف علی تھانوی دیوبندی فرماتے ہیں:

”اکثر مقلدین عوام بلکہ خواص اس قدر جامد ہوتے ہیں کہ اگر قول مجتہد کے خلاف کوئی آیت یا حدیث کان میں پڑتی ہے اُن کے قلب میں انشراح و انبساط نہیں رہتا بلکہ اول استنکار قلب میں پیدا ہوتا ہے پھر تاویل کی فکر ہوتی ہے خواہ کتنی ہی بعید ہوا و خواہ دوسری دلیل قوی اُس کے معارض ہو بلکہ مجتہد کی دلیل اُس مسئلہ میں بجو قیاس کے کچھ بھی نہ ہو خود اپنے دل میں اُس تاویل کی وقعت نہ ہو مگر نصرت مذہب کے لئے تاویل ضروری سمجھتے ہیں دل یہ نہیں مانتا کہ قول مجتہد کو چھوڑ کر حدیث صحیحہ صریحہ پر عمل کر لیں بعض سنن مختلف فیہا مثلاً آئین بالجبر و غیرہ پر حرب و ضرب کی نوبت آ جاتی ہے اور قرون ثلاثہ میں اس کا شیوع بھی نہ ہوا تھا بلکہ کیف ما اتفق جس سے چاہا مسئلہ دریافت کر لیا اگرچہ اس امر پر اجماع نقل کیا گیا ہے کہ مذاہب اربعہ کو چھوڑ کر مذہب خامس مستحدث کرنا جائز نہیں یعنی جو مسئلہ چاروں مذاہب کے خلاف ہو اُس پر عمل جائز نہیں کہ حق دائر و منحصر ان چار میں ہے مگر اس پر بھی کوئی دلیل نہیں کیونکہ اہل ظاہر ہر زمانہ میں رہے اور یہ بھی نہیں کہ سب اہل ہوا ہی ہوں وہ اس اتفاق سے علیحدہ رہے دوسرے اگر اجماع ثابت بھی ہو جاوے مگر تقلید شخصی پر تو کبھی اجماع بھی نہیں ہوا“ (تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۱۳۱)

تھانوی صاحب مزید فرماتے ہیں کہ:

”بعض مقلدین نے اپنے ائمہ کو معصوم عن الخطا و مصیب و جو بآ و مفروض الاطاعت تصور کر کے عزم بالجزم کیا کہ خواہ کیسی ہی حدیث صحیحہ مخالف قول امام صاحب کے ہو اور مستند قول امام کا بجو قیاس کے امر دیگر نہ ہو پھر بھی بہت سے علل و خلل حدیث میں پیدا کر کے یا اس کی تاویل بعید کر کے حدیث کو رد کر دیں گے اور قول امام کو نہ چھوڑیں گے۔ ایسی تقلید حرام اور مصداق قولہ تعالیٰ اتخذوا احبارہم و رہبانہم ارباباً من دون اللہ الآیۃ اور خلاف وصیت ائمہ مرحومین کے ہے۔“ الخ (امداد الفتاوی ج ۵ ص ۲۹۷)

عرض ہے کہ ایسی تقلید کو چھوڑ کر کتاب و سنت کی اتباع کا راستہ اختیار کرنا چاہئے۔ و ما علینا الا البلاغ

حافظ زبیر علی زئی

فقہ الحديث:

مسلم کون ہے؟

(۱۳) وعن أنس، أنه قال: قال رسول الله ﷺ: ”من صلى صلاتنا، واستقبل قبلتنا، وأكل ذبيحتنا، فذلك المسلم الذي له ذمة الله وذمة رسوله، فلا تخفروا الله في ذمته“ رواه البخاري.

انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہماری نماز پڑھے، ہمارے قبلہ (مکہ) کی طرف رخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو یہ شخص ایسا مسلم ہے کہ اس کے لئے اللہ و رسول کا ذمہ (حفاظت جان و مال) ہے۔ پس اللہ کے ذمے کو مت توڑو۔ (صحیح البخاری: ۳۹۱)

فقہ الحديث:

1: اللہ اور رسول کے ذمہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص اللہ و رسول کی امان، عہد اور ضمانت میں ہے۔ اس کی جان و مال کی حفاظت کی جائے گی۔ اسے تمام وہی حقوق میسر ہوں گے جو عام مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ جب وہ ایسے جرم کا ارتکاب کرے گا جس کی سزا موت ہے تو اسے مسلمان حاکم و قاضی قتل کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر وہ نواقض اسلام کا ارتکاب کرے گا تو ثبوت و اقامتِ حجت کے بعد اس کے بنیادی حقوق ختم کر دیئے جائیں گے۔

2: اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ دین اسلام میں اعمال کا اعتبار ظاہر پر ہے۔ یعنی ظاہری طور پر ارکان اسلام ادا کرنے والا شخص ہی مسلم ہے لہذا اس پر اسلام کے ظاہری احکام نافذ ہوں گے۔ رہا مسئلہ باطنی طور پر بھی مسلم و فرمان بردار ہونا تو یہ صرف اللہ ہی جانتا ہے۔

3: ایمان کے ساتھ اعمال بھی ضروری ہیں جب کہ مرجہ یہ باطل عقیدہ رکھتے ہیں کہ ایمان کے ساتھ اعمال ضروری نہیں ہیں۔ اس حدیث سے ان مرجہ پر بھی واضح رد ہوتا ہے۔

4: اس حدیث اور دوسرے دلائل سے یہ ثابت ہے کہ نماز اسی طرح پڑھنی چاہئے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے نماز پڑھی ہے۔

5: اہل قبلہ پر اہل اسلام کے احکام جاری ہیں الایہ کہ وہ کفر صریح اور نواقض اسلام کا ارتکاب کر دیں۔ اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کذاب کے پیروکار، قادیانی مرزائی و لاہوری سب اہل اسلام (اہل قبلہ) سے خارج، کافر اور غیر مسلم ہیں۔ اس طرح کتاب و سنت اور اجماع سے جن لوگوں کا کافر و غیر مسلم ہونا ثابت ہے وہ بھی اہل قبلہ اور اہل اسلام سے خارج ہیں۔

فضل اکبر کاشمیری

مسعود احمد بن ایسی سی تکفیری، بانی جماعت المسلمین رجسٹرڈ کراچی کی طرح ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کا تعلق بھی ایسے لوگوں سے تھا جو خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے مفکرات و سینات میں سے عذاب قبر کا انکار اور سلف صالحین کی گستاخیاں سرفہرست ہیں۔ امام اہل سنت والجماعت احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو کافر کہتے تھے۔ اسی سلسلہ میں حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے موصوف سے ”مناظرہ“ کیا لیکن مسعود صاحب جب کوئی جواب نہ دے سکے تو راہ فراری میں عافیت سمجھی ”فرقہ مسعودیہ: ۲“ ہی کے کچھ اہام و فریب واضح کرنے کے لیے محترم فضل اکبر کاشمیری نے قلم اٹھایا ہے جو پیش خدمت ہے۔ [ابو ثاقب محمد صفدر حضروی]

حُب ابن مسعود رضی اللہ عنہ یا تقلید ڈاکٹر مسعود؟

بحیثیت مومن و مسلم حق پرستی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان خالی الذہن ہو کر قرآن و سنت کا مطالعہ کرے پہلے سے کوئی نظریہ قائم نہ کرے، پھر قرآن و حدیث کے دلائل کی روشنی میں جو حق واضح ہو جائے اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔ لیکن گمراہ فرقوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ پہلے خود ساختہ اصول وضع کر لیے جاتے ہیں، اپنا ایک خود ساختہ نظریہ قائم کر لیا جاتا ہے۔ پھر کتاب و سنت سے اس کے حق میں دلائل تلاش کیے جاتے ہیں۔ پھر جو دلائل ان کے وضع کردہ اصولوں پر ٹھیک نہ بیٹھیں ان کا انکار کر دیا جاتا ہے۔ اور اپنے باطل نظریہ کی تائید میں ضعیف روایات کا سہارا لینے سے بھی گریز نہیں کیا جاتا۔

ان گمراہ فرقوں میں سے ایک فرقہ ”کیفیت عذاب قبر“ کے مصنف ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کا ہے۔ انہوں نے بھی یہی کام کیا، صحیح احادیث کو ضعیف اور ضعیف کو صحیح باور کرانے کی کوشش کی۔ صحیح احادیث میں دوزکار تاویلات کیں۔ اپنے نظریہ کی حمایت میں ضعیف روایات پیش کیں۔ قرآنی آیات میں من مانی تاویلات کر کے احادیث کا مذاق اڑایا۔ ان کے ایک ذیلی فرقہ (المسلمین) نے نزول عیسیٰ، دجال، امام مہدی، جادو کی تاثیر، نظر کا لگ جانا، ایصال ثواب اور عذاب قبر وغیرہ کا انکار کیا۔ اور ان میں تقسیم در تقسیم کا عمل جاری ہے۔ دوسری طرف ہمارا منہج بالکل واضح ہے یعنی: ”صحیح و حسن روایات سے استدلال اور ضعیف و مردود روایات سے کلی اجتناب“

عقائد اسلام میں سے ایک اہم عقیدہ عذاب القبر کا عقیدہ ہے۔ یہ عقیدہ صحیح اور متواتر احادیث سے قطعیت کے ساتھ ثابت ہے۔ اس فرقہ مسعودیہ نے عذاب القبر کی صحیح و صریح اور متواتر احادیث میں ناجائز اور بھونڈی تاویلات کر کے ایک نیا نظریہ پیش کیا۔

اسی طرح قرآنی آیات، صحیح اور متواتر احادیث اور اجماع المسلمین سے نزول مسیح علیہ السلام کا اثبات ہوتا ہے۔ ان احادیث کو بھی فاسد تاویلات کی بھینٹ چڑھایا گیا۔ اسی طرح جادو سے متعلق صحیحین کی احادیث کے ساتھ بھی ان کا یہی رویہ ہے۔

طاعات (دینی امور) پر وظیفہ لینے کو بھی یہ حضرات حرام سمجھتے ہیں اور یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ ایسے علماء کی اقتداء میں نماز ادا کرنا جائز نہیں جو وظیفہ لیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جو صحیح احادیث بخاری و مسلم اور دیگر کتب احادیث میں موجود ہیں اور ان سے اجرت کا جواز ثابت ہوتا ہے، ان میں محدثین کے اصول سے ہٹ کر باطل تاویلات کرتے ہیں اور عدم جواز کیلئے ضعیف روایات سے استدلال کرتے ہیں۔

حدیث کی بابت استہزاء کی مثال

حدیث مسلم میں آتا ہے کہ ”جو شخص سورۃ الکہف کی ابتدائی دس (۱۰) آیات یاد کرے گا وہ دجال کے فتنے سے بچالیا جائے گا۔“ [صحیح مسلم: ۸۰۹/۲۵۷]

قرآنی آیات کی فضیلت والی اس حدیث کا یوں تسخیر کیا گیا۔

”لقد قرآن اٹھا کر سورۃ کھف کی ابتدائی ۱۰ آیات پڑھ کر دیکھیں، ان میں کون سی چیز دجال سے

بچنے میں معاون ہے۔“ [بحر کیا ہے؟ ص ۲۸]

جس طرح یہ لوگ عقائد میں افراط و تفریط کا شکار ہیں اسی طرح اعمال میں بھی ان کا یہی طرز عمل ہے۔ یعنی صحیح احادیث کو ضعیف اور ضعیف احادیث کو صحیح کہنا۔ اس کی صرف دو (۲) مثالیں قارئین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔

ان کے رسالے ”حب اللہ“ میں سعید احمد صاحب نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی سیرت پر ایک مضمون لکھا ہے جس میں اہل الحدیث پر کافی طنز و تشنیع کی گئی ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر موصوف لکھتے ہیں:

”قابل غور بات یہ ہے کہ محدثین اور ماہرین رجال تو جرح و تعدیل کو تابعین تک ہی محدود رکھتے

ہیں جبکہ یہ فرقہ پرست، تقلید اعمیٰ اور ذہن پرستی کا شکار تمام اخلاقی حدود پھلانگ کر ایک جلیل القدر

صحابی کی تعقیض اور عظیم المرتبت فقیہ کی کردار کشی سے بھی باز نہیں رہتے۔ مسلکی عصبیت نے ان کو

بالکل اندھا کر دیا ہے۔۔۔۔۔۔ ہر چند کہ یہ الزام تراشیاں مسلکی بغض و عصبیت ہی کا غیر سنجیدہ

مظاہر ہیں اور اس لائق نہیں کہ اس پر علمی بحث کی جائے پھر بھی مغالطہ آرائی اور اصحاب رسول
صلی اللہ علیہ وسلم پر لوگوں کے اعتقاد کو ٹھیس پہنچانے کے لیے شیطانی مہم کا سد باب ہونا چاہئے۔“
[جل اللہ ص ۱۶، ۱۷]

آگے چل کر موصوف رقم طراز ہیں:

”عدم رفع الیدین کی دلیل میں بھی متعدد روایات ہیں جن میں جامع ترمذی کی مندرجہ ذیل
روایت بہت واضح اور صریح ہے۔“ [ص ۱۹]

اسی طرح اس فرقہ کا ایک پاکٹ سائز کتابچہ ہے ”الصلوۃ“ اس میں بھی یہ ضعیف روایت نقل کی گئی ہے۔ جبکہ اس کے
پیش لفظ میں اس پاکٹ سائز کتابچہ کے متعلق یہ بھاری بھرکم الفاظ استعمال ہوئے ہیں:
”چنانچہ ایمان خالص کی دعوت کو قبول کر کے اس مشن کا ساتھ دینے والوں کو ایسی کتاب الصلوۃ کی
اشد ضرورت محسوس ہوتی رہی ہے“ [ص ۲]

حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مختصر تحقیق

((عن علقمة قال قال عبد الله بن مسعود: ألا أصلي بكم صلاة رسول الله ﷺ
فصلی فلم يرفع يديه إلا في أول مرة)) [جامع الترمذی ۲۵۷۱/۱ ح ۲۵۷۱]
”جناب علقمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ (سیدنا) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ بتاؤں؟ پس انہوں نے نماز پڑھی اور پہلی مرتبہ کے
علاوہ ہاتھوں کو نہیں اٹھایا۔“

الجواب: اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے حسن قرار دیا ہے لیکن جہور محدثین کرام نے عبد اللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو ضعیف اور غیر ثابت قرار دیا ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے بارے میں امام عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے:

((قد ثبت حديث من يرفع و ذكر حديث الزهري عن سالم عن أبيه ولم يثبت

حديث ابن مسعود أن النبي لم يرفع يديه إلا في أول مرة)) [۲۵۶۲ ح ۲۵۶۲]

”یقیناً رفع یدین کی حدیث ثابت ہے اور انہوں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ذکر کیا
اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث غیر ثابت ہے جس میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
پہلی مرتبہ کے علاوہ رفع الیدین نہیں کیا۔“

بعض لوگوں نے عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی اس جرح کو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہٹانے کی کوشش کی ہے لیکن درج ذیل محدثین نے اس جرح کو اسی روایت سے متعلق قرار دیا ہے۔ مثلاً حافظ ابن حجر عسقلانی [الخصائص الحجیر ۲۲۲/۱ ابن الجوزی [التحقیق ۲۷۸/۱ امام نووی [المجموع ۴۰۳/۳ ابن قدامہ [المغنی ۲۹۵/۱ وغیرہم۔ اس کے علاوہ امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ، امام دارقطنی رحمہ اللہ، حافظ ابن حبان رحمہ اللہ، امام ابوداؤد رحمہ اللہ، امام بخاری رحمہ اللہ، امام ترمذی رحمہ اللہ، ابن القطان الفاسی رحمہ اللہ، امام حاکم رحمہ اللہ، امام محمد بن نصر المروزی رحمہ اللہ، امام بیہقی رحمہ اللہ وغیرہم سب نے اس حدیث پر شدید جرح کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: التہذیب لابن عبد البر، التلخیص الحجیر، المجموع شرح المہذب اور تہذیب السنن (اور نور العینین ص ۱۱۵-۱۱۹) وغیرہ۔

اس روایت میں دوسری علت یہ ہے کہ اس کو امام سفیان ثوری رحمہ اللہ ثبوت اور عظیم محدث ہیں لیکن آپ مدلس بھی تھے اور ضعیفاء تک سے مدلس کیا کرتے تھے۔ [میزان الاعتدال ۱۶۹۲ سیر اعلام النبلاء ۲۷۷/۱ اور مدلس اپنی بیان کردہ روایت میں جب تک سماع کی تصریح نہ کرے تو اس کی وہ روایت ضعیف ہوتی ہے۔ [مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۹۹ الکفاہ ص ۳۶۲] اور اس روایت کی کسی بھی سند میں سماع کی کہیں بھی تصریح موجود نہیں ہے۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی محفوظ روایت

سفیان ثوری کی اس روایت پر محدثین نے سخت جرح کی ہے جبکہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی محفوظ اور اصل روایت وہ ہے جو امام عبد اللہ بن ادريس رحمہ اللہ کی سند سے مروی ہے۔ [دیکھئے جزء رفع الیدین تحقیق ص ۵۸ ح ۳۳] اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ بخاری نے کہا: ”محقق علماء کے نزدیک عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں سے یہی روایت محفوظ ہے۔“ [اس روایت کو ابن خزیمہ (۱۹۶) دارقطنی (۳۳۹/۱) اور ابن الجارود (۱۹۶) نے صحیح قرار دیا ہے۔ صحیح مسلم (۵۳۳) میں اس کا ایک شاہد بھی ہے۔]

موصوف نے ترک رفع الیدین والی ضعیف روایت پیش کر کے اہل حدیث پر کچڑا چھالنے کی کوشش ہے۔ اہل الحديث کا جرم یہ ہے کہ وہ اس ضعیف روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر بارہ (۱۲) صفحات کا مضمون لکھ کر غلط تاثر دینے والا (سعید احمد) اور اس کا برزخی ٹولہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت پر عمل کرتا ہے یا نہیں؟ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے اس روایت پر علمی بحث کی ہے۔ [دیکھئے نور العینین ص ۱۱۹ تا

۱۳۳[حافظ صاحب نے متعدد دلائل سے حدیث الثوری بسند عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ضعیف و مردود ہونا ثابت کیا ہے اور لکھا ہے کہ:

”یہ حدیث علت قادمہ کے ساتھ معلول ہے اور سنداً اور متناً دونوں طرح سے ضعیف ہے۔“ [ص ۱۱۹]

اگرچہ امام ترمذی رحمہ اللہ، امام ابن حزم رحمہ اللہ، علامہ البانی رحمہ اللہ، علامہ احمد شاہ رحمہ اللہ نے اس کی تصحیح یا تحسین کی ہے لیکن بیس سے زیادہ ائمہ حدیث نے اس روایت کی تضعیف کی ہے اور ان کی تحقیق ہی رائج ہے۔

دوسری مثال

حبہ اللہ کے ایک اور شمارے میں صلوٰۃ التسبیح کو عجبہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”۔۔۔۔۔ یہ روایت ایک عجبہ ہی معلوم ہوتی ہے کہ ہر روز سے لے کر عمر میں صرف ایک مرتبہ کر

لینے تک کی چھوٹ اور عمر میں صرف ایک مرتبہ صلوٰۃ التسبیح ادا کر لینے سے اگلے پچھلے عمر بھر کے

سارے ہی گناہ معاف ہو جائیں خواہ کبیرہ ہوں یا صغیرہ عمدہ ہوں یا سہوہ اوغیرہ!“

صلوٰۃ التسبیح کی حدیث کی تحقیق

یہ حدیث (ابوداؤد، ابواب التطوع، باب صلوٰۃ التسبیح حدیث: ۱۲۹۷) ابن ماجہ، (اقامۃ الصلوٰۃ، باب ماجاء فی صلوٰۃ التسبیح حدیث: ۱۳۸۶) میں موجود ہے۔ امام ابن خزیمہ (حدیث: ۱۲۱۶) اور حاکم (۳۱۸/۱) نے اسے صحیح کہا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث کثرت طرق کی بنیاد پر حسن درجہ کی ہے، شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام حاکم اور حافظ ذہبی نے اس حدیث کی تقویت کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ حق ہے کیونکہ اس کے بہت سے طرق ہیں۔ علامہ مبارک پوری اور شیخ احمد شاہ نے بھی اسے صحیح حسن کہا ہے۔ جبکہ خطیب بغدادی، امام نووی اور ابن الصلاح نے اسے صحیح کہا ہے۔ اسے ابوبکر الازہری نے (الترغیب والترہیب ۴۶۸/۱) ابوالحسن المقدسی اور ابوداؤد وغیرہم نے صحیح کہا ہے۔ تفصیل کے لیے حافظ زبیر علی زئی صاحب کی کتاب ”نبیل المقصود فی التعلیق علی سنن ابی داؤد“ دیکھیں۔

اس حدیث کے ایک راوی (موسیٰ بن عبدالعزیز) کو صاحب مضمون نے مجہول بتلایا ہے۔ لیکن موسیٰ بن عبدالعزیز سے ایک جماعت نے حدیث بیان کی ہے۔ ابن معین، نسائی، ابوداؤد، ابن شاہین وغیرہم جمہور نے اس کی توثیق کی ہے۔ صرف ابن المدینی اور السلیمانی کی جرح ملتی ہے جو کہ جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ لہذا موسیٰ بن عبدالعزیز ”حسن الحدیث“ ہے۔ صلوٰۃ التسبیح کے بارے میں دو اور احادیث بھی قابل حجت ہیں۔

(1) حدیث (جابر بن عبداللہ) الانصاری رضی اللہ عنہ۔

(2) حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ۔

[ملاحظہ فرمائیے ماہنامہ شہادت ستمبر ۱۹۹۹ء ص ۳۸، ۳۷۔ تفصیلی بحث کے لیے الترشیح لبیان صلوٰۃ التبیح مع التخریج و کتب الرجال دیکھئے۔]
(انتہائی اختصار کے ساتھ ”فرقہ مسعودیہ : ۱“ کے چند فریب واضح کرنے کی کوشش کی ہے جو یہ حضرات اپنے خود
ساختہ نظریے کے دفاع میں پیش کرتے ہیں۔)

ترجمہ و فوائد: حافظ ندیم ظہیر

مصنف: امام ضیاء الدین المقدسی رحمہ اللہ

فضائل اعمال

مسجد بنانے کی فضیلت:

(۱۷) سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے
تھے: جس شخص نے رضائے الہی کے لیے مسجد بنائی اللہ اس کے لیے جنت میں ویسا ہی (گھر) بنائے گا۔ [بخاری:
۴۵۰، مسلم: ۵۳۳]

فوائد: اسلام میں مساجد کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ہے۔ مساجد ہی امت مسلمہ کے جذب باہم کا منہ بولتا ثبوت
ہیں لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کے تقدس و تقاضا کو ملحوظ رکھا جائے کہیں بقول شاعر:

مسجد تو بنادی شب بھر میں ایمان کی حرارت والوں نے

من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں سے نمازی بن نہ سکا

کے مصداق نہ بن جائیں۔

(۱۸) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے:
جس شخص نے مسجد بنائی (تاکہ) اس میں اللہ کے نام کا ذکر کیا جائے تو اللہ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

[ابن ماجہ: ۷۳۵]

فوائد: اس روایت کی سند انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے دیکھئے تہذیب الحاجۃ (ص ۱۵۱ قلمی) لشیخنا حافظ زبیر علی زئی
حفظہ اللہ لیکن یہ حقیقت ہے کہ مساجد ذکر الہی کے لیے ہی ہوتی ہیں اور ذکر سے مراد نماز اور تلاوت قرآن مجید ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾ اور میرے ذکر کے لیے نماز قائم کیجئے۔ [طہ: ۱۳] دوسرے مقام
پر فرمایا: ﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ یہ ذکر (قرآن مجید) ہم نے آپ کی طرف
اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں۔ [النحل: ۴۴] ان ہر دو آیات

سے معلوم ہوا کہ ذکر سے مراد نماز اور تلاوت قرآن مجید ہے نہ کہ ”مروجہ طریقہ“ کے مطابق ہو ہو کی ضرورتیں لگانا یا حلقے بنا کر کسی من گھڑت ورد میں مشغول ہو جانا۔ سلف صالحین سے ایسے طریقہ کی شدید مذمت ثابت ہے لہذا ایسی محفلوں سے اجتناب ضروری ہے۔

(۱۹) سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی گھر وند کی مانند مسجد بنائی یا اس سے بھی چھوٹی (تو) اللہ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔ [ابن ماجہ: ۷۳۸] فوائد: فحصد القطاة کا معنی ”سنگ خوار مرغی کا انڈا دینے کے لیے زمین میں گڑھا کھود کر گھر بنانا“ ہے۔ [القاموس الوحید ص: ۱۲۰۸] یہ تصغیر میں ترغیباً مبالغہ ہے۔ کیونکہ مساجد اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ جگہیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((احب البلاد إلى الله مساجدھا و ابغض البلاد إلى الله اسواقھا)) شہروں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب جگہ مساجد اور نا پسندیدہ بازار ہیں۔ [مسلم: ۲۸۸، ۶۷۱] باجماعت نماز کی فضیلت:

(۲۰) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کا باجماعت نماز ادا کرنا اپنے گھر یا بازار میں نماز پڑھنے سے ۲۵ گنا (ثواب میں) زیادہ ہے اس لیے کہ جب آدمی بہترین وضوء کر کے مسجد کی طرف جائے اور مسجد کی طرف جانے میں نماز کے علاوہ کوئی اور مقصد حائل نہ ہو تو اس کے ہر قدم کے بدلے اس کا ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے پھر نماز ادا کر لینے کے بعد جب تک با وضوء اپنی نماز والی جگہ پر بیٹھا رہے گا فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہیں گے (وہ) کہتے ہیں ((اللهم صلی علیہ اللہم ارحمہ)) اے اللہ اس پر رحمت برسا اے اللہ اس پر رحم فرما، اور جب تک وہ نماز کا انتظار کرتا ہے وہ نماز ہی میں (شمار) ہوتا ہے۔ [بخاری: ۶۲۸، مسلم: ۶۴۹]

فوائد: امام دمیاطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”لا یخرجہ إلا المصلاة“ کے الفاظ سے یہ واضح ہو رہا ہے کہ یہ ثواب عظیم اسی شکل میں حاصل ہوتا ہے جب نماز کے علاوہ کسی دوسرے کام کے لیے گھر سے نہ نکلا ہو، واللہ اعلم [المجتز الرانج: ۱۰۸، ۱۰۷/۱]

(۲۱) سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باجماعت نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے سے ۲۷ درجے زیادہ ہے۔ [بخاری: ۶۲۵، مسلم: ۶۵۰]

فوائد: ان دونوں حدیثوں میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت ہے لیکن پہلی حدیث میں پچیس (۲۵) درجات کا ذکر ہے جبکہ مذکورہ حدیث میں باجماعت نماز پڑھنے والے کے لیے ستائیس (۲۷) درجے ہیں۔ اس میں تطبیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے (اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو) پچیس (۲۵) درجات کے متعلق بتلایا پھر (بسبب رحمت خاص)

مزید دور جے بڑھادیئے واللہ اعلم [دیکھئے: المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم ۲/۲۷۷] نماز کے لیے پیدل جانے کی فضیلت:

(۲۲) سیدنا ابو موسیٰ عبداللہ بن قیس (اشعری) رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں نماز (پڑھنے) کا زیادہ اجر اس شخص کو ملتا ہے جو زیادہ دور سے چل کر آتا ہے اور وہ جو نماز کا انتظار کرتا ہے یہاں تک کہ وہ امام کے ساتھ نماز پڑھ لیتا ہے اس کا اجر اس شخص سے کہیں زیادہ ہے جو (تنہا) نماز پڑھتا ہے اور سو جاتا ہے۔ [بخاری: ۶۵۱، مسلم: ۶۶۲]

فوائد: جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے اور اس کے منتظر رہنے اور نماز کے لیے دور سے چل کر مسجد کی طرف جانے کی فضیلت واضح ہو رہی ہے۔

(۲۳) سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے: کہ جس شخص نے باجماعت نماز عشاء ادا کی گویا اس نے آدھی رات تک قیام کیا اور جس نے نماز فجر (بھی) باجماعت پڑھی تو گویا وہ ساری رات قیام میں رہا ہے۔ [مسلم: ۶۵۶]

فوائد: دیکھئے حدیث نمبر ۷ اور فوائد

(۲۴) سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک آدمی تھا، میں کسی ایسے آدمی کو نہیں جانتا جو اس سے زیادہ مسجد سے دور ہو (لیکن اس کی) کوئی نماز (جماعت) سے نہ رہتی تھی (ابی بن کعب نے) کہا: اسے کہا گیا میں نے اسے کہا: اگر تو کوئی گدھا خرید لے تا کہ اندھیرے اور شدید گرمی میں اس پر سواری کیا کرے (تو اس آدمی نے) کہا: مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ میرا گھر مسجد کے پہلو میں ہو میں چاہتا ہوں کہ میرا مسجد کی طرف چل کر آنا اور لوٹنا جب میں اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر آؤں لکھا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اللہ نے یہ سب کچھ تیرے لیے جمع کر دیا ہے۔ [مسلم: ۶۶۳]

فوائد: اس حدیث میں بھی نماز کے لیے پیدل جانے کی فضیلت ہے اور یہ کہ اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل ﴿فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ﴾ کی تصویر ہے واضح ہو رہا ہے۔

(۲۵) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے گھر مسجد سے دور تھے تو ہم نے ان کو بیچنا چاہا تا کہ مسجد کے قریب (گھر خرید کر) آجائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منع کیا اور فرمایا: تمہارے لیے ہر قدم کے بدلے ایک درجہ ہے۔ [مسلم: ۶۶۴]

(۲۶) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے اپنے گھر میں اچھی طرح وضوء کیا پھر اللہ کے گھروں میں سے کسی ایک گھر (مسجد) میں گیا تا کہ وہ اللہ کے فرائض میں سے کوئی فریضہ

ادا کرے تو اس کے دو قدموں میں سے ایک گناہ مٹائے گا اور دوسرا قدم درجہ بلند کرے گا۔ [مسلم: ۶۶۶]
نوٹ: مذکورہ دونوں حدیثوں سے مساجد کی طرف باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے زیادہ قدم چل کر جانے کی فضیلت ثابت ہو رہی ہے۔

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الاحکام

”بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب محترمی و مکرمی فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے۔ حج مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (آمین)

عرض آں کہ ”الحدیث“ باقاعدگی سے مل رہا ہے۔ جزاک اللہ خیراً۔ ”الحدیث“ کے مضامین، بیان، معیار، تحقیق اور صداقت سبھی عمدہ و اعلیٰ ہیں۔ حقائق کا احقاق اور باطل کا ابطال ”الحدیث“ کا طرہ امتیاز ہے۔

گذشتہ چند سالوں سے تین واقعات کئی بار سنے۔ واقعات میں عجائب و غرائب اور بعض بیانات خلاف قرآن و حدیث ہیں۔ لہذا ان کی تحقیق و تخریج ضروری معلوم ہوئی۔ اس کے لیے آپ کو زحمت دے رہا ہوں۔ امید ہے کہ آپ تعاون فرمائیں گے۔ ویسے آپ کی مصروفیات کا راقم کو بخوبی علم ہے۔

سوال (۱): ”دعوت اہل حدیث“ حیدرآباد کے ماہ دسمبر کے شمارے میں عبداللہ بن مبارک (مشہور محرمٹ) اور رابعہ بصری کے مابین طویل مقالہ پر مبنی واقعہ شائع ہوا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رابعہ، عبداللہ کے ہر سوال پر قرآنی جواب دیتیں۔ مثلاً عبداللہ کے سوال ”کہاں سے آئی ہو اور کہاں جا رہی ہو“ کا جواب آیت ”سبحان الذی اسری بعبده لیلاً من المسجد الحرام الی ...“ الآیۃ سے دیا۔ وغیرہ۔

بعض واعظین مثلاً فتح دین چشتی ملتانی بریلوی نے رابعہ کی بجائے ”مریم“ نام ذکر کیا ہے۔ یہ واقعہ کسی مفسر نے آیت ”وما یلفظ من قول ...“ الآیۃ کی تفسیر میں نقل کیا ہے یا فضائل قرآن پڑھنے یا اہل صفہ (صوفیاء) کے احوال پڑھنے کسی کتاب میں ہے؟ واقعہ ہذا کی تحقیق و تخریج درکار ہے۔

سوال (۲): بعض واعظین مثلاً فتح دین چشتی بریلوی نے اپنے واعظ میں ایک شخص (قاتل) اور اس کی بیٹی (مقتولہ) کا واقعہ (طویل و عجیب) بیان کیا اور کہا کہ وہی شخص (اپنی بیٹی کا قاتل) مسلمان (صحابی) بن گیا تو ایک روز ایڑھیاں اٹھائے ہوئے (بچوں پر) چل رہا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت کرنے پر جواب دیا کہ ”دورِ جہالت میں میں نے بہت زیادہ لڑکیاں قتل کیں جن میں میری بیٹی (چند سال کی) بھی شامل تھی۔ اب میں اس طرح چل رہا ہوں کہ میرے پاؤں تلے کوئی چیونٹی (کیڑا وغیرہ) آکر نہ مر جائے، واقعہ گوئے غالباً ”تحفۃ الاخیار“ کا حوالہ دیا۔ اس واقعہ کی بھی تحقیق و تخریج درکار ہے۔

سوال (۳): بعض واعظوں سے سنا ہے کہ عمر فاروق کی وفات کے بعد سے عبداللہ بن عمر بکثرت دعا کرتے رہے حتیٰ کہ بارہ سال کے بعد دعا (کے قبول ہونے) کے نتیجے میں انھیں (ابن عمر کو) اپنے والد (عمر بن خطاب خلیفہ دوم) کی خواب میں زیارت ہوئی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے بیٹے! میں وفات کے دن سے آج بارہ سال پورے ہونے تک قبر میں حساب دینے سے فارغ ہوا ہوں، وغیرہ۔ یہ واقعہ سیوطی کی تاریخ الخلفاء میں ہے یا احوال برزخ و قبر سے متعلق کسی کتاب میں؟ واقعہ ہذا کی تحقیق و تخریج درکار ہے۔

ضروری گزارش اور وضاحت: مندرجہ بالا تینوں واقعات مبینہ کی تحقیق اس لیے ضروری ہے کہ:

(۱) اکثر واعظین (بریلوی، دیوبندی اور بعض اہلحدیث) انھیں بیان کر کے سچان اللہ سبحان اللہ کہتے رہتے ہیں۔

(۲) ان واقعات مبینہ کا تعلق کسی نہ کسی طور پر بالواسطہ یا بلاواسطہ مذہب سے ہے۔

(۳) قصہ گو انھیں مذہبی رنگ میں (مذہبی تعلیمات و واقعات کے طور پر) پیش کرتے رہتے ہیں۔

(۴) حق واضح ہو جائے اور جھوٹ کی تردید ہو جائے۔

(۵) قرآن وحدیث سے مخالف و معارض اقوال و بیانات وعقائد سے بچا جاسکے۔

(۶) سوال نمبر ۱ میں مشارالیه واقعہ میں ہے کہ وہ عورت (رابعہ بصری یا مریم) چالیس سال تک ہر بات اور جواب صرف اور صرف قرآنی آیات سے واضح کرتیں۔ یعنی اس کا تمام (عمر کے آخری چالیس سال کا) کلام قرآن ہی تھا۔ [فرقہ صوفیاء کی سوچ اور کذب۔۔۔]

(۷) نمبر ۲ میں مشارالیه واقعہ میں مذکور شخص (ایک صحابی) سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سوال و جواب کا بیان ذکر کر کے اس مبینہ واقعہ کو ”حدیثی واقعہ“ ظاہر کیا جاتا ہے۔ [مسئلہ مغفرت و خوف الہی میں افراط و تفریط کا اظہار ہے]

(۸) آخری سوال میں مبینہ خوابی واقعہ (عبداللہ بن عمر والا) میں زیادہ توجہ طلب بات یہ ہے کہ عمر عالم برزخ (قبر) میں بارہ سال (۱۲ سال) تک حساب کتاب کا سامنا کرتے رہے جبکہ ”یوم الحساب“ تو ”یوم حشر“ ہے نہ کہ قبر:۔ نیز انبیاء و

صحابہ و صلحاء کا حساب کتاب تو ایسے بھی سرسری ہے جیسا کہ عائشہ کے دریافت کرنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا تھا:۔ [مبیہ خواب کسی نے گھڑ کر ابن عمر کی طرف منسوب کر دیا ہو (واللہ اعلم)؟]
جوابات ”الحدیث“ میں شائع فرمائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ علماء و عوام الناس حقائق سے باخبر ہوں۔ راقم کا ”الحدیث“ خریداری نمبر 13 ہے۔

سائل: محمد صدیق بمقام تلیاں۔ ڈاکخانہ سمند کھٹہ۔ ضلع ایبٹ آباد۔ پوسٹ کوڈ: (22270)
[تاریخ نوشت نامعلوم، تاریخ وصولی ۲۱ محرم ۱۴۲۶ھ]

ہر بات کا جواب قرآنی آیات سے دینے والی عورت کا قصہ

✽ الجواب بعون الوهاب :

آپ کی مسئلہ روایات کی تحقیق درج ذیل ہے۔

✽ قرآنی آیات پڑھنے والی عورت کا واقعہ معتبر سند کے ساتھ کسی کتاب میں نہیں ملا۔ شہاب الدین محمد بن احمد ابی الفتح البیہقی (پیدائش ۷۹۰ھ وفات ۸۵۰ھ) نے بغیر کسی سند اور بغیر حوالے کے یہ قصہ امام عبد اللہ بن المبارک رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۱ھ) سے نقل کیا ہے۔ اس قصے میں عورت کا نام مذکور نہیں ہے۔ دیکھئے المستطرف فی کل فن مستطرف (ج ۱ ص ۵۶، ۵۷ حکایۃ المتکلمۃ بالقرآن، الباب الثامن فی الأجوبة المسکنة والمستحسنة)
یہ بلا سند حوالہ مردود اور موضوع کے حکم میں ہے۔ یہاں بطور تنبیہ عرض ہے کہ کتاب ”المستطرف“ فضول، بے اصل اور موضوع قصوں والی کتاب ہے لہذا اس کتاب پر اعتماد کرنا غلط ہے۔ اس واقعے سے مشابہ ایک واقعہ حافظ ابن حبان البستی رحمہ اللہ (متوفی ۳۵۴ھ) کی کتاب ”روضۃ العقلاء ونزہۃ الفضلاء“ میں (عبد الملک بن قریب) (الصمعی) (البصری، متوفی ۲۱۶ھ) سے با سند مروی ہے (ص ۴۹، ۵۰) اس قصے میں عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے بجائے الصمعی رحمہ اللہ کو بطور صاحب قصہ ظاہر کیا گیا ہے اور عورت کا نام مذکور نہیں ہے۔
حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے اس قصے کی درج ذیل سند لکھی ہے۔

”أنبأنا عمرو و بن محمد الأنصاري : حدثنا الغلابي : حدثنا إبراهيم بن عمرو و بن حبيب : حدثنا الأصمعي قال : بينا أنا أطوف بالبادية إذا أنا بأعرابية ..“ إلخ (روضۃ العقلاء ص ۴۹)

عمرو بن محمد الانصاری اور ابراہیم بن عمرو بن حبیب کے حالات کسی کتاب میں نہیں ملے۔ (محمد بن زکریا بن دینار) الغلابی کے بارے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ (متوفی ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں کہ: ”یضع الحديث“ یہ حدیثیں گھڑتا تھا (کتاب الضعفاء والمترکین للدارقطنی: ۴۸۳، سوالات الحاکم للدارقطنی: ۲۰۶) ابن مندہ اور حافظ ذہبی نے

الغلابی پر جرح کی۔ ان جارحین کے مقابلے میں حافظ ابن حبان نے الغلابی کو اپنی کتاب الثقات میں ذکر کر کے لکھا کہ: ”کان صاحب حکایات و أخبار ، يعتبر حدیثه إذا روى عن الثقات لأنه فى روايته عن المجاهیل بعض المناکیر“ وہ حکایتیں اور قصے بیان کرتا تھا۔ اگر وہ ثقہ راویوں سے روایت بیان کرے تو اس کا اعتبار ہوتا ہے کیونکہ مجہول لوگوں سے اس کی روایت میں بعض منکر روایتیں ہیں۔ (الثقات ۱۵۴/۹)

یہ توثیق یہاں جمہور کی جرح کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ روایت ابن حبان رحمہ اللہ کی شرط پر بھی منکر و غیر معتبر ہے کیونکہ الغلابی کے استاد ابراہیم بن عمرو بن حبیب کی توثیق کہیں نہیں ملتی یعنی یہ شخص مجہول ہے۔ خلاصہ یہ کہ اصمعی سے منسوب روایت بھی موضوع ہے اور غالباً الغلابی کذاب کی یہی روایت الابٹھی وغیرہ قصہ گووں کی اصل بنیاد ہے۔

لطیفہ: اصمعی سے منسوب الغلابی (کذاب) کی روایت کے آخر میں لکھا ہوا ہے کہ اصمعی نے کہا: ”فعلمت أنها شيعية“ پس مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ عورت شیعہ تھی۔ (روضۃ العقلاء ص ۵۰)!

لڑکیاں زندہ درگور کرنے والا واقعہ

❁ اپنی بچی کے قاتل اور چوٹی نہ کچلنے والے شخص کا یہ واقعہ معتبر سند کے ساتھ کسی کتاب میں نہیں ملا۔ حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبد اللہ: کاتب حلبی (متوفی ۱۰۶۷ھ) کی کتاب ”تختہ الاخبار فی الحکم والامثال والاشعار“ میرے پاس نہیں ہے۔ صرف تختہ الاخبار کا حوالہ دو وجہ سے مردود ہے۔

اول: حاجی خلیفہ کا یہ عقیدہ تھا کہ ”اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو دنیا و آخرت میں آزادانہ تصرف و اختیار کی دولت سے نواز دیتے ہیں۔ الخ (کشف الظنون ۱/۲۵ بحجۃ الاسرار، حافظ مبشر حسین لاہوری صاحب کی کتاب ”شیخ عبدالقادر جیلانی اور موجودہ مسلمان ص ۳۹) معلوم ہوا کہ یہ حاجی صاحب غیر موثق ہونے کے ساتھ، عقیدہ میں بھی کمزور ہیں۔

دوم: جب تک حاجی صاحب سے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک صحیح و معتبر سند موجود نہ ہو یہ حوالہ بے کار ہے۔ متاخرین کی کتابوں میں متصل سندیں تلاش کرنا از حد مشکل بلکہ بے فائدہ کوشش ہے۔

یہاں پر بطور تنبیہ عرض ہے کہ یہ بات تو بالکل صحیح و ثابت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنی لڑکیاں زندہ درگور کر دیتے تھے جیسا کہ قرآن مجید (سے اشارۃً) اور صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ (دیکھئے مسند احمد ۸/۳۷۸ ج ۱۶ و ۱۹ و مسند صحیح، السنن الکبریٰ للنسائی ج ۱ ص ۳۲۵ ج ۱۱۶۴۹)

مسند احمد و السنن الکبریٰ للنسائی والے واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ سلمہ بن یزید الجعفی رضی اللہ عنہ کی والدہ ملیکہ نے اپنی بچی

کو زندہ درگور کر کے قتل کر دیا تھا لیکن ایسا کوئی واقعہ میرے علم کے مطابق ثابت نہیں ہے جس میں یہ آیا ہو کہ کسی شخص (مرد یا عورت) نے جاہلیت میں اپنی زندہ درگور کی ہوئی لڑکی کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا ہو اور آپ یہ سن کر خوب زار و قطار روئے ہوں۔

مسند الدارمی (حدیث نمبر: ۲۰) میں وضین بن عطاء تبع تابعی، متوفی (۱۵۶ھ) سے ایک روایت آئی ہے کہ صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بچی کا قصہ بیان کیا تھا جسے انہوں نے جاہلیت میں زندہ درگور کر دیا تھا، جسے سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ روئے تھے (ج ۱ ص ۱۵۴) اس واقعے کی سند سخت منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

خواب میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زیارت کا قصہ

☆ یہ واقعہ تاریخ الخلفاء للسیوطی میں بحوالہ ابن عساکر منقول ہے۔ (ص ۱۴۶)

تاریخ دمشق لابن عساکر (ج ۲ ص ۳۵۸) اور تاریخ الخلفاء میں یہ روایت بسند ”زید بن أسلم أن عبد الله بن عمرو بن العاص قال“ مروی ہے۔ زید بن أسلم کی سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے ملاقات ثابت نہیں ہے لہذا یہ سند منقطع یعنی ضعیف ہے۔ اس روایت میں ابن عساکر کے استاد ابو محمد الحسن بن ابی بکر کا تعین مطلوب ہے، جس شخص کے پاس ابن عساکر کی ”معجم الشيوخ“ موجود ہے وہ اس میں اس راوی کو دیکھ لے۔

اس واقعے کے علاوہ اس مفہوم کا ایک قصہ عبد اللہ بن عبید اللہ بن العباس رحمہ اللہ سے بھی بعض اختلاف کے ساتھ مروی ہے، دیکھئے طبقات ابن سعد (ج ۳ ص ۳۷۵) عبد اللہ بن عبید اللہ مذکور کی سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے ملاقات کا کوئی ثبوت نہیں ہے لہذا یہ سند منقطع ہے۔ محمد بن عمر الواقدی (کذاب متروک) نے ایک روایت سالم بن عبد اللہ عن رجل من الانصار (مجهول) کی سند سے نقل کی ہے (طبقات ابن سعد ۳ ص ۳۷۶) یہ سند موضوع ہے۔

واقدی مذکور نے ایک روایت معمر بن الزہری عن ابن عباس کی سند سے بیان کی ہے۔ (طبقات ابن سعد ۳ ص ۳۷۶ و تاریخ دمشق ۲ ص ۳۵۷) یہ سند بھی موضوع ہے اور زہری کی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ملاقات بھی ثابت نہیں ہے۔ اس مفہوم کی ایک روایت ابو جہضم عن عبد اللہ بن عباس کی سند سے تاریخ دمشق میں موجود ہے (ج ۲ ص ۳۷۵، ۳۵۸) ابو جہضم نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو نہیں پایا یعنی ان سے ملاقات نہیں کی، دیکھئے سنن الترمذی، کتاب المناقب باب مناقب عبد اللہ بن عباس (ج ۳ ص ۳۸۲) یعنی یہ سند بھی منقطع ہے۔

خلاصۃ التحقيق:

اس قسم کی ساری روایات ضعیف یعنی مردود ہیں جن میں یہ آیا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی شہادت کے کافی عرصہ بعد خواب میں دیکھا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں اب حساب کتاب سے فارغ ہوا ہوں۔

خطیب حضرات پر سخت افسوس ہے کہ وہ اس قسم کے ضعیف، مردود اور بے اصل قصے بغیر کسی خوف کے مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں۔ کیا انہیں روزِ آخرت کے حساب کا کوئی خیال نہیں ہے؟ کاش کہ یہ لوگ قرآنی آیات اور صحیح و ثابت روایات ہی بیان کرتے۔ (۲۱ محرم ۱۴۲۶ھ)

”بسم اللہ الرحمن الرحیم مکرمی و محترمی مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، گذارش ہے کہ مجھے اپنے حقیقی ماموں (شیخ محمد سمیع مرحوم) کی وراثت کی تقسیم کیلئے قرآن و سنت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔ مرحوم غیر شادی شدہ تھے۔ ان کا انتقال ۱۹۷۹ء میں ہوا۔ جبکہ ان کے والدین ان کی وفات سے قبل ہی وفات پا چکے تھے۔ مرحوم کے وارثان میں مندرجہ ذیل افراد شامل ہیں۔

حقیقی ہمشیران: ۵ (پانچ)

پھوپھی: ۱ (ایک)

چچا زاد بہن: ۱ (ایک)

چچا زاد بھائی: ۱ (ایک) جو مرحوم سے پہلے ہی ۱۹۷۵ء میں فوت ہوئے۔

(ان چچا زاد کی اولاد)

بیٹے: ۴ (چار)

بیٹیاں: ۴ (چار)

برائے کرم مذکورہ رشتہ داروں میں وراثت کی تقسیم کیلئے رہنمائی فرمائیں۔

والسلام

دعا گو ارشد محمود سیٹھی

الشیخ ریپنرنگ سنٹر بوہڑ بازار، کہوٹہ فون: 0300-9825738

الجواب: علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، صورتِ مسئلہ میں وراثت کی تقسیم درج ذیل ہے۔

5 حقیقی ہمشیروں کا حصہ: دو تہائی (۲/۳)

دلیل کے لئے دیکھئے سورۃ النساء آیت نمبر ۱۷۶

باقی بچا ایک تہائی (۱/۳) یہ حصہ

حدیث: ”الحقوا الفرائض بأهلها فما بقي فهو لأولى رجل ذکر“ وراثت کو اس کے حق داروں تک پہنچا دو۔ اور جو باقی بچے تو وہ (میت کے) سب سے زیادہ قریبی مرد رشتہ دار کا حصہ ہے۔ [صحیح بخاری: ۶۷۳۲ و صحیح مسلم: ۱۶۱۵]

کی رو سے چچا زاد بھائی کے چاروں بیٹوں کو ملے گا۔ اس حدیث کی رو سے، صورتِ مسئلہ میں میت کی پھوپھی، میت

ماہنامہ ”الحديث“ حضور
18
شماره: 12

کی پچازاد بہن اور پچازاد بھائی کی بیٹیاں وراثت سے محروم رہیں گی۔
تنبیہ: یہ جواب صرف اسی حالت میں ہے کہ میت کا دوسرا کوئی قریبی رشتہ دار موجود نہیں ہے۔ صرف وہی رشتہ دار ہیں
جو اس سوال میں مذکور ہیں۔ وما علینا الا البلاغ (۱۷ محرم ۱۴۲۶ھ)
قسط: 5 (آخری) حافظ زبیر علی زئی

دین میں تقلید کا مسئلہ

scan

الجواب: ص ۱۰

(۱) اوکاڑوی صاحب نے شاہ ولی اللہ دہلوی الحنفی تقلیدی کی پوری عبارت مع ترجمہ و حوالہ نقل نہیں کی۔ گزشتہ
صفحات پر عرض کر دیا گیا ہے کہ تقلید کرنے والا جہالت کا ارتکاب کرتا ہے دیکھئے ص ۲۸، ۲۹

18

ہدایا خیرین کے حاشیہ پر لکھا ہوا ہے کہ:

”یحتمل أن يكون مراده بالجاهل المقلد لأنه ذكره في مقابلة المجتهد“

اس کا احتمال ہے کہ (مصنف کی) جاہل سے مراد مقلد ہو کیونکہ اسے مجتہد کے مقابلے میں ذکر کیا گیا ہے۔ (۱۳۲۳ھ: ۶)
یہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جاہل کہنے والا خود جاہل ہے۔ لہذا اگر شاہ ولی اللہ نے الفاظ
مذکورہ لکھے ہیں تو غلط و مردود ہیں۔ سلطان باہوصوفی نے لکھا ہے کہ:

”بلکہ اہل تقلید جاہل اور حیوان سے بھی بدتر ہوتے ہیں“ (توفیق الہدایت ص ۲۰)

سلطان باہو نے مزید کہا:

”اہل تقلید صاحب دنیا اہل شکایت اور مشرک ہوتے ہیں“ (توفیق الہدایت ص ۱۶۷)

عبید اللہ بن المعتز (متوفی ۴۴۷ھ) سے مروی ہے کہ:

”لا فرق بین بهیمة تقاد و إنسان یقلد“

یعنی تقلید کرنے والے انسان اور ہنکائے جانے والے جانور میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(جامع بیان العلم و فضلہ ج ۲ ص ۱۱۴، اعلام الموقعین ج ۲ ص ۱۹۶، الرد علی من أخلد إلى الأرض ص ۱۲۱)

مقلد کی ان تعریفات کو مد نظر رکھتے ہوئے، کوئی مسلمان بھی صحابہ کرام پر ”مقلد“ کا فتویٰ نہیں لگا سکتا۔

صحابہ کرام کے دو ہی گروہ تھے (۱) علماء (۲) عوام

عوام کا علماء سے کتاب و سنت و دلائل پوچھ کر عمل کرنا تقلید نہیں بلکہ اتباع و اقتداء ہے۔

(۲) یہ بار بار عرض کر دیا گیا ہے کہ عامی کا مفتی کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں ہے۔ دیکھئے مسلم الثبوت (ص ۲۸۹ و مع

نوا ترحموت ج ۲ ص ۴۰۰) اور یہی مضمون (ص ۲)

شاہ ولی اللہ الحنفی کے قول: ”و صار کل واحد مقتدی ناحیة من النواحي“ اور ہر علاقے میں ہر ایک

(صحابی) مقتدا بن گیا، کا اوکاڑوی صاحب نے ترجمہ ”اور ہر علاقے میں ایک ہی کی تقلید ہوتی تھی“ کیا ہے۔ یہ ترجمہ

غلط ہے۔ اقتداء اور تقلید میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اوکاڑوی صاحب کے مدوح سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں کہ:

”اور یہ طے شدہ بات ہے کہ اقتداء و اتباع اور چیز ہے اور تقلید اور ہے“

(راہ سنت ص ۳۵ نیز دیکھئے یہی مضمون ص ۶)

ترجمہ غلط کر کے اوکاڑوی صاحب نے یہ جھوٹا دعویٰ کیا ہے کہ ”انس کی تقلید ہوتی تھی“ عرض ہے کہ یہ دعویٰ صحیح سند

کے ساتھ کسی ایک صحابی یا تابعی سے تقلید کے لفظ کی صراحت کے ساتھ ثابت کریں کیونکہ اصل اختلاف تقلید میں ہے

اقتداء و اتباع میں کوئی اختلاف نہیں۔

(۳) اس قول میں مذہب سے مراد راستہ و طریقہ ہے، تقلیدی مذہب مراد نہیں ہر شہر میں اماموں کا وجود اس کا متقاضی نہیں ہے کہ وہاں ان کی تقلید ہوتی تھی۔ مدینہ میں سعید بن المسیب و سالم بن عبد اللہ بن عمرو وغیرہما بڑے اماموں میں سے تھے مگر ان کی تقلید نہیں ہوتی تھی اور نہ دیوبندی و بریلوی حضرات ان کی تقلید کرتے ہیں، اوکاڑوی صاحب نے ترجمے میں ”لوگ اس کی تقلید کرتے“ کا اضافہ اپنی طرف سے گھڑ کر لکھ دیا ہے۔

(۴) صدر الامۃ کی (ابوالمؤید موفق بن احمد اخطب خوارزم) کا ثقہ و صدوق ہونا ثابت نہیں ہے۔ وہ زیدی شیعہ تھا اور محمود بن عمر الخنصری المعتزلی کا خاص شاگرد تھا۔ اس کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

”لہ مصنف فی هذا الباب فیہ من المکذوبات مالا یوصف“

اس موضوع (مناقب علی رضی اللہ عنہ و اہل البیت) پر اس کی ایک کتاب ہے جس میں بے حساب:
موضوع روایات ہیں۔ (المنشی من منہاج السنۃ النبویہ ص ۳۱۲)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی موفق مذکور (اخطب خوارزم) کے بارے میں بتایا ہے۔ کہ اس کی کتاب میں موضوع روایتیں ہیں اور نہ وہ علمائے حدیث میں سے ہے اور نہ اس کی طرف اس میں رجوع کیا جاتا ہے۔
(منہاج السنۃ النبویہ ج ۳ ص ۱۰) نیز دیکھئے منہاج السنۃ (ج ۴ ص ۱۸، ۲۷، ۱۰۶)
شاہ عبدالعزیز الدہلوی حنفی لکھتے ہیں کہ:

”اور اہل سنت کے محدث اس پر متفق ہیں کہ روایتیں اخطب زیدی کی سب مجہول و ضعیف ہیں اور بہت اس کی روایتوں سے منکر و موضوع ہیں، ہرگز اہل سنت اس کی روایت کی ہوئی حدیثوں کو حجت نہیں پکڑتے، اور یہی وجہ ہے کہ اگر علمائے اہل سنت سے نام اخطب خوارزم کا پوچھو گے کوئی نہیں پہچانے گا۔۔۔۔۔“ (ہد یہ مجید یہ ترجمہ تحفہ اثنا عشریہ، اردو ص ۴۳۸)

scan

scan

الجواب: ص ۱۱

(۱) غیر موثق موفق کی زیدی شیعہ نے اس قصے کی جو سند فٹ کی ہے اس میں کئی راوی مجہول و نامعلوم ہیں۔ عثمان بن عطاء بن ابی مسلم الخراسانی: ضعیف ہے (تقریب: ۴۵۰۲)
اس قسم کے بے اصل قصوں کی مدد سے بریلوی و دیوبندی حضرات دن رات لوگوں کو ورغلا نے (بہکانے) کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

(۲) یہ قصہ معرفۃ علوم الحديث للحاکم (ص ۱۹۸، ۱۹۹ ج ۵۰۹ دوسرا نسخہ ص ۵۴۸-۵۵۰) پر ہے۔ اس کتاب کے محقق لکھتے ہیں کہ: ”هذا الخبر تبعد صحته“ اس خبر کا صحیح ہونا بعید ہے۔ (ص ۵۵۰)
اس کا بنیادی راوی ولید بن محمد الموقری: متروک ہے (تقریب: ۷۴۵۳)
اس بے اصل قصے پر امام ذہبی حاشیہ لکھتے ہیں کہ:

”الحکایة منكرة والولید بن محمد واه“

یہ حکایت منکر ہے اور ولید بن محمد سخت ضعیف ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۸۵)

اس قصے کی کوئی سند صحیح و ثابت نہیں ہے۔

(۳) غزالی نے اس پر اجماع صحابہ نقل کیا ہے کہ عامی مسئلہ پوچھے اور علماء کی اتباع کرے ”العامی یجب علیہ الاستفتاء و اتباع العلماء ..“ (المستصفی ج ۲ ص ۳۸۹)

اور یہ بار بار عرض کر دیا گیا ہے کہ اتباع اور تقلید میں فرق ہے اور عامی کا عالم سے مسئلہ پوچھنا تقلید نہیں ہے۔

(۴) آمدی کا حوالہ گزر چکا ہے کہ عامی کا مفتی کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں ہے دیکھئے ص ۸، ۹
آمدی نے لکھا ہے کہ: صحابہ و تابعین کے زمانہ میں لوگ علماء (مجتہدین) سے مسئلہ پوچھ کر ان کی اتباع کرتے تھے پس یہ
اجماع ہے کہ عامی کے لئے مجتہد کی اتباع جائز ہے۔ (الاحکام ج ۴ ص ۲۳۵ ملخصاً)
یہ بار بار عرض کر دیا گیا ہے کہ اتباع اور تقلید میں بہت بڑا فرق ہے۔ دونوں کو ایک سمجھنا اوکاڑوی جیسے لوگوں کا ہی کام
ہے۔ آمدی پر جرح کے لئے دیکھئے میزان الاعتدال (۲۵۹/۲) ولسان المیزان (۱۳۴/۳) و سیر اعلام النبلاء
(۳۶۶-۳۶۷/۲۲) و تاریخ الاسلام للذہبی (۷۴/۴۶)

تنبیہ: اوکاڑوی نے آمدی سے یہ جھوٹ منسوب کیا ہے کہ اس نے کہا ہے ”بس یہی اجماع ہے کہ عامی مجتہد کی تقلید
کرتے“

(۵) شیخ عز الدین بن عبدالسلام کے قول ”یقلدون من اتفق من العلماء“ کا مطلب ہے کہ جو عالم ملتا اس سے
مسئلہ پوچھ لیتے تھے۔ یہاں پر تقلید کا لفظ غلط استعمال کیا گیا ہے۔ شیخ عز الدین کی اصل کتاب دیکھنی چاہئے کہ وہاں یہ
الفاظ موجود ہیں یا نہیں؟ اور اگر اصل کتاب میں مل بھی جائیں تو تقلید کی مقرر تعریف کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود
ہیں۔

العز بن عبدالسلام کے بارے میں شیخ قطب الدین نے لکھا ہے کہ:

”كان رحمه الله مع شدته فيه حسن محاضرة بال نوادر والأشعار و كان يحضر

السماع ويرقص و يتواجد“

آپ رحمہ اللہ اپنی سختی کے ساتھ نوادر و اشعار کو خوب پسند کرتے تھے۔ سماع (کی محفل یعنی قوالی) میں

حاضر ہوئے، رقص کرتے (یعنی ناچتے) اور وجد کرتے تھے (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۴ ص ۴۱۹)

(۶) شاہ ولی اللہ الحنفی کے اس کلام سے ظاہر ہے کہ عامی عالم سے استفتاء کرے گا یعنی مسئلہ پوچھے گا۔ اور یہ بار بار ثابت کر
دیا گیا ہے کہ عامی کا عالم سے مسئلہ پوچھنا تقلید نہیں ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے دن کا نام رات رکھ لیا جائے۔

تنبیہ: اوکاڑوی صاحب، عربی عبارتوں کے ترجمے اور حوالوں کی نقل میں زبردست خیانت کرتے ہیں وہ فن خیانت
و کذب و افتراء کے ”امام“ ہیں۔

scan

الجواب: ص ۱۲

(۱) قرآن کی تلاوت و تدريس اور احادیث پڑھنا پڑھانا روایت میں سے ہے، رائے و تقلید میں سے نہیں۔ امت مسلمہ کے کسی مستند عالم نے قرآن کی قرأت کو تقلید نہیں کہا۔

پہلے لغت و اصول فقہ سے متعین شدہ تقلید کی تعریف پیش کریں پھر اس کے بعد اس کا ثبوت باحوالہ و ترجمہ پیش کریں۔ خالی خولی زبانی الفاظ اور بے حوالہ تحریر سے کس طرح مسئلہ ثابت ہو سکتا ہے؟

(۲) شاہ ولی اللہ دہلوی لکھی کی تحریرات میں ہر قسم کی باتیں موجود ہیں۔ ان کے لئے ایسے حوالے ہیں جو اہل تقلید کے خلاف پیش ہو سکتے ہیں۔ مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں:

”العامي لا مذهب له“ عامی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ (عقد الجید ۵۲)

معلوم ہوا کہ دیوبندیوں و بریلویوں کے عوام و علماء سب لا مذہب ہیں۔ شاہ ولی اللہ کے اس قول کی رو سے اوکاڑوی صاحب لا مذہب ہیں۔ شاہ صاحب کی جن تحریروں سے تقلید کی کسی قسم کا جواز ملتا ہے تو اس کے رد کے لئے شاہ صاحب کا درج ذیل قول ہی کافی ہے۔ فرماتے ہیں:

”وہا أنا بريء من كل مخالفة لآية من كتاب الله أو سنة قائمة عن

رسول الله ﷺ أو إجماع القرون المشهود لها بالخير أو ما اختاره جمهور

المجتهدين و معظم سواد المسلمين“

یعنی میں ہر اس قول سے بری ہوں جو (مجھ سے) کتاب و سنت و اجماع اور جمہور مجتہدین و عام مسلمین

کے خلاف صادر ہوا ہے (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۰۱، ملخصاً مفہوماً)

چونکہ تقلید کا رد کتاب و سنت و اجماع و جمہور مجتہدین سے ثابت ہے لہذا تقلید کے جواز والا قول خود بخود مردود ہو گیا۔ رہا یہ دعویٰ کہ کوئی مجتہد مطلق ۳۰۰ھ کے بعد پیدا نہیں ہوا، دعویٰ بلا دلیل ہے۔ صحیح بخاری کو غلط قرار دینے والے حنفیوں کا امت میں کوئی مقام نہیں ہے۔
یوسف بن موسیٰ المملطی الحنفی کہتا تھا:

”من نظر فی کتاب البخاری تزندق“

جو شخص امام بخاری کی کتاب (صحیح بخاری) پڑھتا ہے وہ زندیق (یعنی کافر) ہو جاتا ہے (شدرات

الذہب ج ۷ ص ۴۰ و ابناء النعمر بابناء العمر لا بن حجر ۳۳۸/۴)

سبحانک ہذا بہتان عظیم

scan

الجواب: ص ۱۳

(۱) یمن میں سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی تقلید ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ آپ نے لوگوں کو تقلید سے منع کر دیا تھا

دیکھئے یہی مضمون ص ۲۵

(۲) عقد الجید کے اس حوالے کے بعد لکھا ہوا ہے کہ:

”وقال النووي: الذي يقتضيه الدليل أنه لا يلزمه التماثل بمذهب بل يستفتى من
يشاء“

نووی (شافعی) نے کہا کہ: دلیل کا تقاضا یہ ہے کہ عامی پر کسی (فقہی) مذہب کی پابندی لازم نہیں ہے۔
بلکہ اس کی مرضی ہے جس (عالم) سے چاہے مسئلہ پوچھ لے (ص ۵۰ سطر ۷)

نووی کا یہ قول، اوکاڑوی صاحب نے چھپا لیا ہے۔

(۳) اجماع صرف اس بات پر ہے کہ لا علم آدمی (عامی و جاہل) کو اگر مسئلہ درپیش ہو تو عالم سے پوچھ لے۔ تقلید پر
کبھی اجماع نہیں ہوا بلکہ اس کے خلاف اجماع ہوا ہے دیکھئے ص ۲۴

(۴) قاضی ابو یوسف کے بارے میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”إنکم تکتبون فی کتابنا ما لا نقولہ“ تم ہماری کتابوں میں وہ (باتیں) لکھتے ہو جو ہم نہیں کہتے۔

(الجرح والتعديل ۲۰۱/۹ وسندہ صحیح) نیز دیکھئے تاریخ بغداد (۲۵۸/۱۴)

معلوم ہوا کہ امام ابو حنیفہ قاضی ابو یوسف کو کذاب سمجھتے تھے۔ قاضی صاحب پر جہور محدثین کی جرح کے لئے دیکھئے لسان
المیزان (۳۰۱، ۳۰۶، ۳۰۷) وغیرہ،

قاضی ابو یوسف کے بارے میں امام ابو حنیفہ سے دوسری روایت میں آیا ہے کہ:

”ألا تعجبون من يعقوب ، يقول علي ما لا أقول“ کیا تم لوگ یعقوب (ابو یوسف) پر تعجب نہیں کرتے؟ وہ

میرے بارے میں ایسی باتیں کہتا ہے جو میں نہیں کہتا۔ (التاریخ الصغير للبخاري ج ۲ ص ۲۱۰، وفیات :

عشر إلى تسعين ومائة / وإسناده حسن ، وله شواهد فالخير صحيح ، انظر تحفة الأقوياء في

تحقيق كتاب الضعفاء ص ۲۲ ات ۴۲۵)

(۵) محمد بن الحسن الشیبانی کے بارے میں امام متکی بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کذاب، یعنی جھوٹا ہے۔

(كتاب الضعفاء للعقيلي ۵۲/۴ وسندہ صحیح) تاریخ بغداد ۱۸۱/۴ ولسان المیزان (۱۲۲/۵)

ابو یوسف اور محمد بن الحسن الشیبانی دونوں تقلید نہیں کرتے تھے۔

scan

scan

الجواب: ص ۱۴

(۱) کتاب وسنت کے خلاف بات کو ”مت مانو“ کا مطلب صرف یہی ہے کہ ہماری تقلید نہ کرو، اسی لئے امام شافعی (مجتہد) فرماتے ہیں: ”ولا تقلدونی“ اور میری تقلید نہ کرو۔ (آداب الشافعی ص ۵۱، اور یہی مضمون ص ۲۷)
(۲) مجتہدین تو یہ فرما رہے ہیں کہ ہماری تقلید نہ کرو اور اوکاڑوی صاحب یہ راگ الاپ رہے ہیں کہ ”ان کی تقلید کا حکم ان کے اپنے اقوال سے ثابت ہوا“!

سبحان اللہ، عجیب دیوبندی علم کلام ہے جس میں قرآن وسنت کے موافق قول تسلیم کرنے کو تقلید کہتے ہیں؟
(۳) اوکاڑوی صاحب نے تقلید نہ کرنے والوں (مثلاً شیخ عبدالعزیز ابن باز، شیخ مقبل بن ہادی اور متبعین کتاب و سنت) کو جو گالی دی ہے اس کا معاملہ ہم اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ وہی اس سے حساب لے گا۔ ان شاء اللہ

scan

الجواب: ص ۱۵

- (۱) تصنیف: محمد تقی عثمانی دیوبندی (حال زندہ)
 - (۲) تصنیف: سرفراز خان صفدر دیوبندی (حال زندہ)
 - (۳) تصنیف: محمد اسماعیل سنہلی (وفات نومبر ۱۹۷۵ء؟)
 - (۴) تصنیف: اشرف علی تھانوی دیوبندی (متوفی ۱۹۴۳ء) الاقتصاد فی التقليد والاقتصاد
 - (۵) تصنیف: ؟
 - (۶) تصنیف: خیر محمد جالندھری دیوبندی (وفات ۱۳۹۰ھ)
 - (۷) تصنیف: قاری محمد طیب دیوبندی (متوفی ۱۹۸۳ء) بحوالہ حقیقت حقیقت الاحادیث ۳۹
 - (۸) تصنیف: ؟
 - (۹) تصنیف: نواب قطب الدین الدہلوی (متوفی ۱۲۸۹ھ)
 - (۱۰) تصنیف: نواب قطب الدین الدہلوی (وفات ۱۲۸۹ھ)
 - (۱۱) تصنیف: ؟
 - (۱۲) تصنیف: ؟
 - (۱۳) تصنیف: رشید احمد گنگوہی دیوبندی (متوفی ۱۹۰۵ء)
 - (۱۴) تصنیف: محمود الحسن دیوبندی (متوفی ۱۹۲۰ء)
 - (۱۵) تصنیف: محمود الحسن دیوبندی (متوفی ۱۹۲۰ء)
 - (۱۶) تصنیف: محمد شاہ حنفی (وفات؟)
- سعید احمد پالنپوری دیوبندی لکھتے ہیں کہ: ”مصنف محمد شاہ صاحب کے حالات ہمیں نہیں مل سکے“
پیش لفظ: ایضاح الادلہ جدید (ص ۳۰) یعنی یہ مجہول ہے۔
- (۱۷) تصنیف: محمد ارشاد حسین فاروقی مجددی (وفات ۱۸۹۳ء)
 - (۱۸) تصنیف: ؟

یہ سب کتابیں انگریزی دور اور اس کے بعد میں لکھی گئی ہیں۔ ان کتابوں کے لکھنے والوں میں سے ایک بھی مستند عند
الفریقین امام یا محدث نہیں۔ ان کتابوں کے برعکس مستند ائمہ اسلام نے تقلید کے رد پر کتابیں لکھی ہیں مثلاً
۱: قاسم بن محمد القرطبی (متوفی ۲۷۶ھ) کی کتاب الايضاح فی الرد علی المقلدین

- ۲: ابن القیم (متوفی ۷۵۱ھ) کی اعلام الموقعین
۳: ابن عبدالبر (متوفی ۴۶۳ھ) کی کتاب جامع بیان العلم وفضلہ کا باب: فساد التقليد
۴: سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) کی کتاب الرد علی من أخلد إلى الأرض
کسی ایک مستند امام یا عالم نے تقلید کے جواز یا وجوب پر کوئی کتاب نہیں لکھی۔ قاضی ابن ابی العز الحنفی (متوفی ۷۹۲ھ)
کی کتاب ”الاتباع“ علامہ الفلانی رحمہ اللہ کی کتاب ایقاظہم اولی الابصار، شیخ محمد حیات السندی کے رسالے، ابو
شامہ المقدسی کی ”مختصر المؤمنین“ وغیرہ میں رد تقلید کے بہترین دلائل موجود ہیں واللہ۔

تقلید کے بارے میں سوالات اور ان کے جوابات

آخر میں تقلید اور اہل تقلید کے بارے میں بعض الناس کے سوالات اور ان کے جوابات پیش خدمت ہیں۔
سوال (۱): تقلید کے کہتے ہیں؟

جواب: لغت اور اصول فقہ کی رو سے ”آنکھیں بند کر کے، بغیر سوچے سمجھے، کسی امتی کی بے دلیل بات“ ماننے کو تقلید
کہتے ہیں۔

جدید مقلدین کے طرز عمل کی رو سے ”کتاب و سنت کے مخالف و منافی قول ماننے کو تقلید کہتے ہیں۔ مقلدین قرآن و
حدیث کو حجت نہیں سمجھتے بلکہ ان کے نزدیک صرف قول امام ہی حجت ہوتا ہے۔ دارالافتاء والا ارشادناظم آباد کراچی کے
مفتی محمد (دیوبندی) لکھتے ہیں کہ: ”مقلد کے لیے اپنے امام کا قول ہی سب سے بڑی دلیل ہے“

(ضرب مؤمن جلد ۳ شمارہ ۱۵ ص ۶ مطبوعہ ۱۵۲۹ تا ۱۹۹۹ء)

سوال (۲): کیا حدیث ماننے کو تقلید کہتے ہیں؟

جواب: حدیث ماننے کو تقلید نہیں کہتے بلکہ اتباع کہتے ہیں۔ نبی ﷺ کی حدیث ماننا آپ کی طرف رجوع ہے۔ متعدد
فقہاء نے لکھا ہے کہ نبی ﷺ کی طرف رجوع تقلید نہیں ہے دیکھئے ص ۲ وغیرہ

سوال (۳): کیا صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی وابن ماجہ کی کتابیں) ماننا اور ان پر عمل کرنا تقلید نہیں
ہے؟

جواب: جی ہاں، یہ تقلید نہیں ہے بلکہ اتباع ہے۔ اتباع کی دو قسمیں ہیں:

اول: اتباع بالدلیل

دوم: اتباع بلا دلیل، اسے تقلید کہتے ہیں۔

شریعت اسلامیہ میں اتباع بالدلیل مطلوب ہے اور بلا دلیل ممنوع ہے۔ صحاح ستہ و دیگر کتب احادیث کی احادیث پر ایمان

و عمل اتباع بالدلیل ہے۔

سوال (۴): کیا عالم سے مسئلہ پوچھنا تقلید نہیں ہے؟

جواب: جی ہاں، عالم سے مسئلہ پوچھنا تقلید نہیں ہے۔ دیوبندی و بریلوی عوام اپنے علماء سے مسئلے پوچھتے ہیں۔ مثلاً رشید احمد دیوبندی (ایک عام ان پڑھ شخص) اپنے عالم، مولوی مجیب الرحمن سے مسئلہ پوچھتا ہے۔ کیا دیوبندی علماء یہ کہیں گے کہ رشید احمد اب مجیب الرحمن کا مقلد بن کر ”مجیبی“ بن گیا ہے؟

جب حنفی شخص اپنے مولوی سے مسئلہ پوچھ کر حنفی ہی رہتا ہے (!) تو اس کا مطلب واضح ہے کہ پوچھنا تقلید نہیں ہے۔

سوال (۵): کیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حنفی یا شافعی ہونے کا حکم دیا ہے؟

جواب: ہرگز نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا ہے، دیکھئے سورت آل عمران آیت: ۳۴

ملا علی قاری حنفی (متوفی: ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں کہ:

”ومن المعلوم أن الله سبحانه ما كلف أحداً أن يكون حنفياً أو مالکياً أو شافعيّاً أو حنبليّاً بل كلفهم أن يعملوا بالكتاب والسنة إن كانوا علماء وأن يقلدوا العلماء إذا كانوا جهلاء“
یہ معلوم ہے کہ اللہ سبحانہ نے کسی کو حنفی یا مالکی یا شافعی یا حنبلی ہونے پر مجبور نہیں کیا بلکہ اس پر مجبور کیا ہے کہ اگر وہ عالم ہوں تو کتاب و سنت پر عمل کریں اور اگر جاہل ہوں تو علماء کی تقلید کریں (شرح عین العلم وزین الحکم ج ۱ ص ۴۴۶)

ملا علی قاری کے اس اعتراف سے معلوم ہوا کہ:

۱: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو حنفی و شافعی بننے کا حکم نہیں دیا۔

۲: کتاب و سنت کی اتباع کرنی چاہئے۔

۳: جاہلوں کو چاہئے کہ علماء سے مسئلے پوچھ کر ان پر عمل کریں۔

تنبیہ: ملا علی قاری نے یہاں ”تقلید کریں“ کا غلط لفظ استعمال کیا ہے۔ مسئلے پوچھنا اور ان پر عمل کرنا تقلید نہیں کہلاتا بلکہ اتباع و اقتداء کہلاتا ہے۔ لہذا صحیح الفاظ درج ذیل ہیں:

”وأن يتبعوا العلماء إذا كانوا جهلاء“ اور اگر جاہل ہوں تو علماء کی اتباع کریں۔

سوال نمبر (۶): عالم سے مسئلہ کس طرح پوچھنا چاہئے؟

جواب: سب سے پہلے کتاب و سنت کا عالم تلاش کیا جائے، پھر اس کے پاس جا کر یا رابطہ کر کے ادب و احترام سے پوچھا جائے کہ اس مسئلے میں مجھے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا حکم بتائیں، یا قرآن و حدیث سے جواب دیں یا دلیل سے جواب دیں۔

سوال (۷): کیا امت مسلمہ میں صرف چار ہی امام (امام، ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد) گزرے ہیں، یا دوسرے امام بھی تھے؟

جواب: امت مسلمہ میں صرف چار امام ہی نہیں گزرے بلکہ ہزاروں امام گزرے ہیں مثلاً سعید بن المسیب، قاسم بن محمد، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ، سالم بن عبد اللہ بن عمر، حسن بصری، سعید بن جبیر، اوزاعی، لیث بن سعد، بخاری، مسلم، ابن خزمہ، ابن حبان، ابن الجارود وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین۔

سوال (۸): ان چاروں اماموں سے پہلے لوگ کس کی تقلید کرتے تھے؟

جواب: ان چاروں اماموں سے پہلے لوگ کتاب و سنت پر عمل کرتے تھے، کسی قسم کی تقلید نہیں کرتے تھے۔

سوال (۹): کیا ان چاروں اماموں نے اپنی تقلید کا حکم دیا ہے؟

جواب: ان چاروں اماموں نے اپنی تقلید کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ کتاب و سنت پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔

سوال (۱۰): کیا ان چاروں اماموں نے اپنی تقلید سے لوگوں کو منع کیا ہے؟

جواب: جی ہاں، ان چاروں اماموں سے مروی ہے کہ انہوں نے تقلید سے لوگوں کو منع کیا ہے۔

سوال (۱۱): چاروں امام کس کے مقلد تھے؟

جواب: چاروں امام کسی کے بھی مقلد نہیں تھے، وہ کتاب و سنت پر عمل کرتے تھے۔

سوال (۱۲): چاروں ائمہ کرام افضل ہیں یا خلفائے راشدین؟ جب ان چار ائمہ کی تقلید واجب ہے تو ان چار خلفائے راشدین کی تقلید کیوں واجب نہیں؟

جواب: چاروں خلفائے راشدین ان چاروں اماموں بلکہ ساری امت سے بالاتر و افضل ہیں۔ نہ تو خلفائے

راشدین کی تقلید واجب ہے اور نہ کسی اور کی، حدیث میں خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنے اور ان کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے جو کہ اتباع بالدلیل ہے۔ چاروں اماموں کی تقلید واجب قرار دینا بالکل باطل اور مردود ہے۔

سوال (۱۳): کیا قرآن مجید کی سات قرأتیں اور فقہی چار مذاہب ایک ہی حیثیت رکھتے ہیں؟

جواب: قرآن مجید کی سات قرأتیں بطریقہ روایت نبی ﷺ سے ثابت ہیں جبکہ فقہی چار مذاہب کے اندر بہت

ساحصہ ائمہ اور متبوعین ائمہ کی آراء، قیاسات و اجتہادات پر مشتمل ہے۔ رائے اور روایت میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔

مثلاً ایک سچا آدمی ”الف“ ہے، وہ ”ب“ کے پاس جا کر اسے کہتا ہے کہ مجھے آپ کے والد صاحب نے کہا ہے کہ میرے بیٹے کو کو فوراً گھر آ جائے۔ یہ روایت ہے۔ ”ب“ اس کی روایت مان کر فوراً گھر چلا جاتا ہے تو ”ب“ نے اپنے والد کی اطاعت کی ہے۔ ”الف“ کی تو صرف روایت مانی ہے۔ یہی ”الف“ اپنے دوست ”ب“ سے کہتا ہے: آئیں

بازار جا کر کچھ شاپنگ (خریداری) کرتے ہیں۔ یہ ”الف“ کی رائے ہے۔ اب اس کی مرضی ہے مانے یا نہ مانے۔
شریعت اسلامیہ میں سچے راوی کی روایت ماننے کا حکم ہے جبکہ ایک شخص کی رائے کا ماننا دوسرے شخص پر ضروری
نہیں ہے۔ حنفی حضرات، امام شافعی وغیرہ کی آراء واجتہادات نہیں مانتے صرف اپنے مفتی بھاقوال ہی تسلیم کرنے کے
دعویدار ہیں۔ صحیح السنہ قرأتوں میں سے کسی ایک قرأت کا انکار بھی کفر ہے جبکہ کسی غیر نبی کی صحیح السنہ رائے کا انکار نہ کفر
ہے اور نہ گمراہی بلکہ جائز ہے۔

صحابہ و تابعین کے بہت سے ثابت شدہ فتاویٰ ایسے ہیں جنہیں حنفی حضرات نہیں مانتے۔ مثلاً:

۱: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جنازے میں ہر تکبیر پر رفع یدین کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۲۹۶ ح ۱۱۳۸۰
وسندہ صحیح)

۲: ابراہیم نخعی و سعید بن جبیر دونوں، جرابوں پر مسح کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۱۸۸ ح ۱۹۷۷،
۱۸۹/۱ ح ۱۹۸۹)

۳: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے عید کی نماز میں بارہ تکبیریں کہیں (موطا امام مالک ۱/۱۸۰ ح
۴۳۵)

۴: طاؤس رحمہ اللہ تین و تر پڑھتے تھے (تو) ان کے درمیان قعدہ نہیں کرتے تھے یعنی صرف آخری رکعت میں ہی تشہد
کے لئے بیٹھتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ۳/۲۷۳ ح ۴۶۶۹ وسندہ صحیح)

اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں، اگر کسی ایک مجتہد کی کوئی رائے نہ ماننا ”لامذہبیت“ ہے تو دیوبندی و بریلوی حضرات
یقیناً لامذہب ہیں کیونکہ یہ لوگ امام ابوحنیفہ اور فقہ حنفی کے علاوہ دوسرے مجتہدین کی آراء و فتاویٰ کو علانیہ رد کر دیتے ہیں،
اور کہتے ہیں کہ: ”لیکن سوائے امام اور کسی کے قول سے ہم پر حجت قائم کرنا بعید از عقل ہے“ (ایضاح الادلہ ص ۲۷۶)
سوال (۱۴): کیا بخاری و مسلم کے راوی مقلد (تقلید کرنے والے) تھے؟

جواب: بخاری و مسلم کے اصول کے (یعنی بنیادی) راوی ثقہ و معتبر علماء میں سے تھے۔ عالم کا تقلید کرنا کتاب و سنت و
اجماع و آثار سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے۔ امام ابن حزم نے صحیح بخاری و صحیح مسلم کے بہت سے راویوں کے نام
لکھے ہیں جو تقلید نہیں کرتے تھے۔ مثلاً

احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابو عبیدہ، ابو خثیمہ، محمد بن یحییٰ الذہلی، ابوبکر بن ابی شیبہ، عثمان بن ابی شیبہ، سعید بن منصور،
قتیبہ، مسدد، الفضل بن دیکین، محمد بن المنشی، ابن نمیر، محمد بن العلاء، سلیمان بن حرب، یحییٰ بن سعید القطان، عبد الرحمن
بن مہدی، عبدالرزاق، وکیع، یحییٰ بن آدم، ابن المبارک، محمد بن جعفر، اسماعیل بن علیہ، عفان، ابو عاصم النبیل، لیث بن
سعد، اوزاعی، سفیان ثوری، حماد بن زید، ہشیم، ابن ابی ذئب وغیرہم

(دیکھئے الروعی من اُخلدالی الارض للسیوطی ص ۱۳۶، ۱۳۷)

صحیح بخاری و صحیح مسلم و احادیث صحیحہ کے راویوں میں سے صرف ایک راوی کا بھی مقلد ہونا ثابت نہیں ہے۔

سوال (۱۵): اہل حدیث کے کہتے ہیں؟

جواب: دو قسم کے لوگوں کو اہل حدیث کہتے ہیں۔

۱: محدثین کرام

۲: حدیث کی اتباع کرنے والے لوگ (یعنی محدثین کرام کے عوام) دیکھئے مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ،

محدثین کرام تقلید نہیں کرتے تھے (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۰ ص ۴۰ والروعی من اُخلدالی الارض ص ۱۳۶، ۱۳۷)

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ:

”لیس لأهل الحديث منقبة أشرف من ذلك لأنه ، لا إمام لهم غيره ﷺ“

اہل حدیث کے لئے اس سے زیادہ کوئی فضیلت نہیں ہے کہ نبی ﷺ کے سوا ان کا کوئی (ممتبع) امام نہیں ہے۔

(تذریب الراوی ۲/۲۶۱ نوع: ۲۷)

سوال (۱۶): آیت ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (النحل: ۴۳، الانبیاء: ۷) کا مفہوم و ترجمہ کیا ہے؟

جواب: ترجمہ: اگر تمہیں علم نہیں تو اہل علم سے پوچھو

مفہوم: معلوم ہوا کہ لوگوں کی دو قسمیں ہیں:

۱: اہل ذکر یعنی علماء ۲: لا یعلمون یعنی عوام

عوام پر لازم ہے کہ علماء سے دو شرطوں پر مسائل پوچھیں۔

۱: قرآن و حدیث پر عمل کرنے والا عالم ہو، اہل تقلید میں سے نہ ہو۔

۲: یہ پوچھا جائے کہ مجھے قرآن و حدیث سے مسئلہ بتائیں یا اللہ و رسول کا حکم بتادیں۔

عامی کا عالم کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں ہے جیسا کہ ص ۲ پر گزر چکا ہے۔ عرف عام میں بھی اسے تقلید نہیں سمجھا جاتا

کیونکہ دیوبندیوں و بریلویوں کے عوام اپنے مولویوں سے مسئلہ پوچھتے اور ان پر عمل کرتے ہیں اور یہ کوئی بھی نہیں کہتا

کہ وہ اپنے فلاں فلاں مولوی، جس سے مسئلہ پوچھا ہے، کے مقلد ہو گئے ہیں۔

سوال (۱۷): کیا استاد کے پاس پڑھنا تقلید ہے؟

جواب: استاد کے پاس پڑھنا تقلید نہیں ہے اور نہ اسے کسی نے تقلید کہا ہے۔ مثلاً غلام اللہ خان دیوبندی کے پاس پڑھنے

والے شاگردوں کو کوئی دیوبندی بھی غلام اللہ خان کے مقلدین نہیں کہتا، بلکہ اپنا ہم عقیدہ دیوبندی یا خفی کا خفی ہی

سمجھتا ہے۔

سوال (۱۸): آیت ﴿وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ﴾ (لقمان: ۱۵)

کا کیا ترجمہ و مفہوم ہے؟

جواب: ترجمہ: اور اتباع کر اس کے راستے کی، جس نے میری طرف رجوع کیا ہے۔

مفہوم: اتباع کی دو قسمیں ہیں: (۱) اتباع بادل (۲) اتباع بے دلیل

یہاں اتباع بادل مراد ہے جو کہ تقلید نہیں ہے۔ یہ دعویٰ کرنا کہ لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو غیر نبی کی، بے دلیل،

آنکھیں بند کر کے اندھا دھند تقلید کا حکم دیا ہے، انتہائی باطل اور جھوٹی بات ہے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۷ھ) اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:

”یعنی المؤمنین، یعنی تمام مؤمنین کے راستے کی اتباع کر“ (تفسیر ابن کثیر ۱۰۶/۵)

لہذا معلوم ہوا کہ اس آیت سے اجماع کا حجت ہونا ثابت ہے۔ والحمد للہ

سوال (۱۹): آیت ﴿إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ☆ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ (الفاتحہ: ۷، ۶)

کا ترجمہ و مفہوم کیا ہے؟

جواب: ترجمہ: (اے اللہ) ہمیں صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت دے، اُن لوگوں کے راستے کی طرف جن پر تُو نے

انعام کیا ہے۔

مفہوم: یہاں پر تمام ربانی انعام یافتہ لوگوں کے راستے کا ذکر ہے، بعض انعام یافتہ کا نہیں، لہذا اس آیت کریمہ سے

اجماع کا حجت ہونا ثابت ہوا۔ یہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ ربانی انعام یافتہ (انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین) کا

راستہ اللہ اور رسول کی اطاعت ہے، آنکھیں بند کر کے، کسی غیر نبی کی بے دلیل و بے حجت پیروی نہیں، لہذا اس آیت

سے بھی تقلید کا رد ہی ثابت ہے۔ والحمد للہ

سوال (۲۰): آیت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ

تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ

وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ (النساء: ۵۹) کا ترجمہ و مفہوم کیا ہے؟

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور الوالامر کی (اطاعت کرو) پس اگر کسی چیز میں

تمہارا تنازعہ ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لے جاؤ اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر اور اچھا

طریقہ ہے۔

مفہوم: اس آیت میں اولی الامر سے مراد دو گروہ ہیں: (1) امراء (تمام امراء) (2) علماء (تمام علماء)
تمام علماء کی بادل ایل اطاعت کا مطلب اجماع پر عمل ہے۔ لہذا اس سے تقلید ثابت نہ ہوئی، آیت کے دوسرے حصے سے
صاف ظاہر ہے کہ تقلید حرام ہے کیونکہ تمام اختلافات و تنازعات میں کسی عالم یا فقیہ کی طرف رجوع کا حکم نہیں بلکہ صرف
اللہ (قرآن) اور رسول (حدیث) کی طرف رجوع کا ہی حکم ہے۔ (ختم شد والحمد للہ)

نماز کے بعض اختلافی مسائل

حافظ زبیر علی زئی

نماز کا پورا طریقہ، احادیث صحیحہ و مقبولہ سے بیان کرنے کے بعد ☆ اب وہ بعض اختلافی مسائل پیش خدمت ہیں جن
میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے، ان مسائل میں فریقین کے دلائل کا غیر جانب دارانہ جائزہ، قرآن، حدیث، اجماع،
اصول حدیث، اسماء الرجال اور اصول فقہ کی روشنی میں لکھا گیا ہے، اللہ تعالیٰ حق سننے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا
فرمائے، آمین

((رفع الیدین قبل الركوع وبعده))

تکبیر تحریر میں رفع یدین کے سنت و (بلحاظ لغت) مستحب ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ رکوع سے پہلے اور رکوع کے
بعد والا رفع یدین درج ذیل احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

۱: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، آپ جب نماز میں (تکبیر تحریر کے لئے) کھڑے ہوئے تو رفع یدین کیا حتیٰ کہ آپ
کے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر ہو گئے۔ آپ رکوع کے لئے تکبیر کہتے وقت ایسا ہی کرتے تھے اور جب رکوع سے سر
اٹھاتے تو ایسا ہی کرتے تھے اور فرماتے: سمع اللہ من حمدہ، اور آپ ﷺ سجدوں میں (رفع یدین) نہیں کرتے تھے۔ (۱)
۲: ابو قلابہ (مشہور تابعی) رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کو دیکھا: وہ

جب نماز پڑھتے تکبیر (اللہ اکبر) کہتے پھر رفع یدین کرتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے رفع یدین کرتے اور جب
رکوع سے سر اٹھاتے (تو) رفع یدین کرتے اور حدیث بیان کرتے تھے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کرتے
تھے۔ (۲)

۳: وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو دیکھا، آپ جب نماز میں داخل
ہوئے تکبیر کہی اور رفع یدین کیا (کانوں تک) پھر اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور کپڑا لپیٹ لیا۔ پھر جب رکوع کا
ارادہ کیا تو کپڑے سے ہاتھ باہر نکال کر رفع یدین کیا پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔ پھر سمع اللہ من حمدہ کہا (اور) رفع یدین کیا،
پھر جب سجدہ کیا تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کیا۔ (۳)

☆ دیکھئے الحديث: ۱۹-۶

(۱) البخاری: ۳۶۷۷ ولفظ ”رأيت رسول الله ﷺ إذا قام في الصلوة رفع يديه حتى تكونا حذو منكبيه ، وكان يفعل ذلك حين يكبر للركوع و يفعل ذلك إذا رفع رأسه من الركوع و يقول: سمع الله لمن حمده ، ولا يفعل ذلك في السجود“ (مسلم: ۳۹۰ و ترمذی دار السلام: ۸۶۱-۸۶۳)

(۲) مسلم: ۳۹۱/۲۳ ولفظ ”أنه رأى مالك بن الحويرث إذا صلى كبر ثم رفع يديه وإذا أراد أن يركع رفع يديه وإذا رفع رأسه من الركوع رفع يديه وحدث أن رسول الله ﷺ كان يفعل هكذا“ البخاری: ۷۳۷ (۳) مسلم: ۴۰۱/۵۴

ابو حمید الساعدي رضی اللہ عنہ کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ شروع نماز، رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور دو رکعتوں سے اٹھ کر رفع یدین کرتے تھے۔ دوسرے صحابہ کرام نے اس حدیث کی تصدیق فرمائی، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (۱) نیز درج ذیل صحابہ کرام سے بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

۵: علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (۲)

۶: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (۳)

۷: ابو موسیٰ الأشعری رضی اللہ عنہ (۴)

۸: ابو بکر الصديق رضی اللہ عنہ (۵)

۹: جابر بن عبد اللہ الانصاری رضی اللہ عنہ (۶)

۱۰: ابوقحادہ رضی اللہ عنہ (۷)

معلوم ہوا کہ رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع یدین والی روایت متواتر ہے۔ دیکھئے نظم الممتنا شرفی الحديث المتواتر ص ۳۱، ۳۲، اور میری تصنیف کردہ کتاب: نور العینین فی (اثبات) مسئلہ رفع الیدین، طبع اول ص ۸۹، ۹۰۔

(۱) ابوداؤد: ۳۰۷ و سندہ صحیح،

(۲) جزء رفع الیدین للبخاری تحقیقی: (۱) و سندہ حسن، ابوداؤد: ۴۴، ۷۱، ۷۲، الترمذی: ۳۴۳۳ و قال: ”هذا حديث حسن صحيح“ ابن ماجہ: ۸۶۳ و صحیح ابن خزیمہ: ۵۸۴، وأحمد بن حنبل (نصب الراية ۴۱۲)

اس کا راوی عبد الرحمن بن ابی الزناد: حسن الحديث ہے (سیر اعلام النبلاء ۱۶۸/۸، ۱۷۰)

(۳) ابن خزیمہ: ۶۹۵، ۶۹۴ و سندہ حسن

(۴) الدارقطني (۲۹۲/۱ ح ۱۱۱۱) و سندہ صحیح

(۵) البیهقی فی السنن الکبریٰ ۳۲۷ و قال: ”روايت ثقات“ و سندہ صحیح تفصیل کے لئے دیکھئے نور العینین طبع اول ص ۸۷، ۸۸

(۶) مسند السراج، قلمی ص ۵۲ و مطبوع: ج ۹۲، و سندہ حسن، ابن ماجہ: ۸۶۸ ابوالزبیر الحسینی نے سماع کی تصریح کر دی ہے اور ابو حذیفہ حسن الحديث راوی ہے۔

(۷) ابوداؤد: ۳۰۷ و سندہ صحیح، نیز دیکھئے یہی صفحہ فقرہ: ۴، حاشیہ: ۱

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد درج ذیل صحابہ کرام رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین پر (بغیر کسی انکار کے) عمل پیرا تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

۱: عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (۱)

۲: مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ (۲)

۳: ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ (۳)

۴: ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ (۴)

۵: عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما (۵)

۶: عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (۶)

۷: انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۷)

۸: جابر رضی اللہ عنہ (۸)

۹: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (۹)

۱۰: عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (۱۰)

مشہور تابعی، امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) شروع نماز میں، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (۱۱)

(۱) البخاری: ۳۹۰ وسندہ صحیح، وأخطأ من أعله وقال البغوي: هذا الحديث صحيح (شرح السنہ: ۲۱/۳)

(۲) البخاری: ۸۷۳، مسلم: ۳۹۱

(۳) الدارقطني ۲۹۲ ح ۱۱۱۱ وسندہ صحیح

(۴) البيهقي ۳۲۲ وسندہ صحیح

(۵) البيهقي ۳۲۲ وقال: ”روايت ثقات“ وسندہ صحیح

(۶) عبد الرزاق في المصنف ۶۹۲ ح ۲۵۲۳، ابن أبي شيبة ۲۳۵ وسندہ حسن

(۷) جزء رفع یدین: ۲۰ وسندہ صحیح

(۸) مسند السراج قلمی ص ۲۵ و سندہ حسن

(۹) جز ۷ رفع الیدین: ۲۲ و سندہ صحیح

(۱۰) الخلائیات للبیہقی بحوالہ شرح الترمذی لابن سید الناس، قلمی ج ۲ ص ۲۱۷ و سندہ حسن، دیکھئے نور العینین طبع دوم ص ۱۹۴-۲۰۳

(۱۱) للبیہقی فی السنن الکبریٰ ۵/۲ و سندہ صحیح

صحابہ کرام کے ان آثار کے مقابلے میں کسی صحابی سے باسند صحیح و حسن: ترک رفع الیدین قبل الركوع و بعدہ ثابت نہیں ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”کسی ایک صحابی سے بھی رفع یدین کا نہ کرنا ثابت نہیں ہے“ (۱)

لہذا معلوم ہوا کہ رفع یدین کے عمل پر صحابہ کرام کا اجماع ہے رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اگر رفع یدین متروک یا منسوخ ہوتا تو صحابہ کرام بالاتفاق اس پر عمل نہ کرتے، ان کا اتفاق و اجماع یہ ثابت کر رہا ہے کہ ترک رفع یدین یا منسوخیت کا دعویٰ، سرے سے ہی باطل ہے۔ مخالفین رفع یدین کے شبہات کا مدلل رد آگے آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

نماز میں آدمی جو (مسنون) اشارہ کرتا ہے تو اسے ہر اشارے کے بدلے (ہر انگلی پر) ایک نیکی یا درجہ ملتا ہے (۲)

((مخالفین رفع یدین کے شبہات کا مدلل رد))

اب مخالفین رفع یدین، تارکین اور مدعیان نسخ کے شبہات کا مختصر اور جامع جائزہ پیش خدمت ہے۔

۱: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں؟ پھر انہوں نے نماز پڑھی اور رفع یدین نہیں کیا مگر صرف پہلی دفعہ (۳)

اس روایت کی سند میں ایک راوی امام سفیان بن سعید الثوری رحمہ اللہ ہیں جو کہ مدلس ہیں اور روایت عن سے کر رہے ہیں۔ لہذا اصول حدیث کی رو سے یہ سند ضعیف ہے۔

(۱) جز ۷ رفع الیدین: ۷۷ و المجموع شرح المحذب للنووی ۴/۳۰۵

(۲) الطبرانی فی المعجم الکبیر ج ۱ ص ۲۹۷ ح ۸۱۹ و سندہ حسن

یہ اثر حکماً مرفوع ہے اور مرفوعاً بھی مروی ہے دیکھئے السلسلۃ الصحیحہ ج ۷ ص ۸۴۸ ح ۳۲۸۶، عموم قرآن (سورۃ الانعام: ۱۶۱) بھی اس کا مؤید ہے۔

امام اسحاق بن راہویہ، محدث فقیہ مشہور نے اس اثر سے یہ ثابت کیا ہے کہ رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین پر، ہر اشارے کے بعد دس نیکیاں ملتی ہیں دیکھئے معرفۃ السنن و الآثار للبیہقی، قلمی ج ۱ ص ۲۲۵ و سندہ صحیح،

امام اہل سنت، احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی اس اثر سے ”رفع الیدین فی الصلوۃ“ پر استدلال کرتے ہیں دیکھئے مسائل احمد و ابیہ عبداللہ بن احمد

۲۳/۱۲۰۱ و التخصیر الجیر ۲۳/۱۲۰۱

(۳) ابوداؤد: ۴۸ من طریق سفیان (الثوري) عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة عن عبد الله بن مسعود به وقال: ”هذا حديث مختصر من حديث طويل و ليس هو بصحيح على هذا اللفظ“ الترمذی: ۲۵۷ وقال: ”حديث حسن“ التسانی: ۱۰۲۷، ۱۰۵۹، یہ روایت بلحاظ سند ضعیف ہے۔

سفیان الثوری کے شاگرد ابو عاصم (الضحاك بن مخلد النبیل) المرتدہ والی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:
نری أن سفیان الثوري إنما دلّسه عن أبي حنيفة، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ بے شک سفیان ثوری نے اس روایت میں ابو حنیفہ سے تدلیس کی ہے (سنن الدارقطنی ۲۰۱/۳ ج ۳۲۲۳ و سندہ صحیح)
حافظ ابن حبان البستی فرماتے ہیں کہ:

”وأما المدلسون الذين هم ثقاة و عدول فإننا لا نحتج بأخبارهم إلا ما بينوا السماع فيمارووا مثل الثوري و الأعمش و أبي إسحاق و أضرابهم ..“ (الاحسان، طبع مؤسسة الرسالة ۱۶۱/۱ قبل ج ۱)
یعنی: اور مدلس جو ثقہ و عادل ہیں جیسے (سفیان) ثوری، اعمش اور ابواسحاق (السبعی) وغیرہم، تو ہم ان کی (بیان کردہ) احادیث سے حجت نہیں پکڑتے الا یہ کہ انہوں نے سماع کی تصریح کی ہو۔
قسطلانی، یعنی اور کرمانی فرماتے ہیں کہ:

سفیان (ثوری) مدلس ہیں اور مدلس کی عن والی روایت حجت نہیں ہوتی الا یہ کہ دوسری سند سے (اس روایت میں) سماع کی تصریح ثابت ہو جائے۔ (ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، للقسطلانی ج ۱ ص ۲۸۶، عمدة القاری للعلینی ج ۳ ص ۱۱۲، شرح الکرمانی ج ۳ ص ۶۲)

ابن الترمذی نے کہا: ”الثوري مدلس و قد عنعن“ (الجوہر النقی ج ۸ ص ۳۶۲)
تفصیل کے لئے دیکھئے میرا رسالہ ”التأسيس في مسألة التذليل“ (ص ۲۰-۳۲)
تنبیہ اول: سفیان ثوری کی اس معنعن والی روایت کی نہ کوئی متابعت ثابت ہے اور نہ کوئی شاهد، العلل للدارقطنی میں متابعت والاحوالہ بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔
تنبیہ ثانی: امام ابن المبارک، الشافعی، ابوداؤد، دارقطنی وغیرہ جمہور محدثین نے اس روایت کو غیر ثابت شدہ اور ضعیف قرار دیا ہے۔

۲: یزید بن ابی زیاد الکوفی نے عبد الرحمن بن ابی لیلی (ثقة تابعی) سے روایت کی ہے کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو کانوں تک رفع یدین کرتے تھے (اور) پھر دوبارہ (رفع یدین) نہیں کرتے تھے۔ (۱)

یہ روایت یزید بن ابی زیاد کی وجہ سے ضعیف ہے۔ یزید کو جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے

(۱) ابوداؤد: ۷۴۹ وسندہ ضعیف

۳: باطل سند کے ساتھ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے نبی ﷺ

۴: بعض لوگ حبیب الرحمن اعظمی دیوبندی کی تحقیق سے شائع شدہ مسند حمیدی سے ایک روایت ”فلا یرفع“ (ح ۶۱۴) پیش کرتے ہیں حالانکہ مسند حمیدی کے دو قدیم نسخوں اور حسین سلیم اسد الدارانی (الشامی) کی تحقیق سے شائع شدہ مسند حمیدی (۵) میں ”فلا یرفع“ کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ رفع یدین کا اثبات ہے۔

حسین الدارانی کے نسخے میں حدیث مذکور کی سند و متن درج ذیل ہے:

”٢٢٦- حدثنا الحميدى قال: حدثنا سفيان قال: حدثنا الزهري قال: أخبرني سالم بن عبد الله عن أبيه قال: رأيت رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلوة رفع يديه حذو منكبيه وإذا أراد أن يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع ولا يرفع بين السجدين“

۵: بعض لوگ مسند ابی عوانہ کی ایک روایت پیش کرتے ہیں جس میں ”لایفعبہما“ سے پہلے ”و“ گر گئی ہے حالانکہ مسند ابی عوانہ کے دو قسمی نسخوں میں یہ ”و“ موجود ہے جس سے رفع یدین کا اثبات ہوتا ہے نفی نہیں ہوتی (۷)

(۱) الدار قطنی ۱/ ۲۹۵ ح ۱۲۰ و قال: "تفرد به محمد بن جابر و كان ضعيفاً"

(۲) کتاب العلل ج ۱ ص ۵۱۴ رقم ۷۰۱

(۳) معرفۃ السنن والآثار للبيهقي ج ۱ ص ۲۲۰

(۴) المجموع شرح المہذب ج ۴ ص ۴۰۳

(۵) اور دانشدہ علی جامع الترمذی ص ۶۳، تقاریخ شیخ الحدید ص ۶۵

(۶) درس ترمذی ج ۲ ص ۳۶

(۷) طبع: مکتبہ اسلامیہ، بیرون امین پور بازار، بالمقابل شیل پٹرول پمپ فیصل آباد شہر، پاکستان

☆ المدونۃ الکبریٰ ایک غیر مستند کتاب ہے۔ دیکھئے: القول المتین (ص ۷۲)

حافظ زبیر علی زئی

یمین کا سفر

ہشام کی پیاری قرأت اور شیخ مطری کے شذرات و لطائف سے یہ طویل سفر طے ہو رہا تھا۔ کوشش یہ تھی کہ شام سے پہلے پہلے مَعْبَر پہنچا جائے۔ ابوہشام منصور نے گاڑی چلاتے ہوئے شیخ مطری کا ایک واقعہ سنایا۔ شیخ مطری نے اپنے ایک ہم سفر آدمی سے کہا تھا: اَکُلْکَ حَرَامٌ (تیرا کھانا حرام ہے) وہ شخص بڑا پریشان اور ناراض ہوا، وہ یہ سمجھا کہ شیخ صاحب اسے حرام خور سمجھتے ہیں حالانکہ اس کے رزق میں حرام والی کوئی بات ہی نہیں۔ اس شخص نے سخت احتجاج کیا اور بتایا کہ اس کا کھانا پینا سب حلال میں سے ہے۔ بعد میں شیخ صاحب نے اسے بتایا کہ میرا مطلب یہ ہے کہ: اَکُلْکَ حَرَامٌ (تجھے کھانا حرام ہے) ظاہر ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ انسان کو کھانا حرام ہے اس واقعے سے معلوم ہوا کہ شیخ مطری صاحب تدلیس فی الامتن سے خوب کام لیتے ہیں۔ لہذا انہیں مدلسین کی صف میں کھڑا کیا جاسکتا ہے۔ میرے ایک پیارے دوست اور شاگرد تدلیس فی الامتن کے انتہائی ماہر بلکہ امام فی التدلیس ہیں۔ شام ہو گئی مگر ہم ابھی راستے پر ہی تھے۔ ابوہشام نے بتایا کہ ان کی نظر میں کچھ کمزوری ہے جس میں رات کو اضافہ ہو جاتا ہے۔ لہذا گاڑی کی رفتار کم کرنا پڑی۔ عشاء سے پہلے ہم معبر شہر میں داخل ہو گئے۔ تہامہ کے برعکس یہاں کافی سردی تھی مگر حضور (وادی چھجھ) کی سردی کے مقابلے میں اس کی کیا حیثیت ہے۔ میرے ایک پیارے دوست اور بھائی (پروفیسر) ابوانس محمد سرور گوہر صاحب کھڑیاں ضلع قصور کے رہنے والے ہیں۔ وہ جن دنوں حضور میں مقیم تھے تو سردیوں میں تین تین رضائیاں اوپر نیچے ڈال کر سوتے تھے۔ اور حضور کی سردی کا بہت

شدت سے شکوہ کرتے تھے۔ آج کل قصور کے ایک سرکاری کالج میں لیکچرار ہیں۔

معبر میں

معبر پہنچنے کے بعد ابوہشام اور ابو عقیل نے دو بیانی موبائل چپیں (الشریحہ) خریدیں تاکہ یمن میں ٹیلیفون رابطوں میں آسانی رہے۔ ابوہشام کے پاس انٹرنیشنل موبائل چپ تھی مگر وہ اسے بہت کم استعمال کر رہے تھے۔ اس کی کال انتہائی مہنگی تھی بلکہ آنے والی (Incoming) کال پر بھی معقول جرمانہ (Roaming charges) ادا کرنا پڑتا تھا۔ شیخ ابونصر محمد بن عبداللہ الامام معبر میں رہتے ہیں۔ آپ شیخ مقبل رحمہ اللہ کے مشہور شاگردوں میں سے ہیں۔ مغرب اور عشاء کی نماز ان کی مسجد و مدرسہ میں پڑھیں۔ شیخ صاحب موجود نہیں تھے کسی دوسرے علاقے میں دعوت کے لیے گئے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور شیخ مقبل رحمہ اللہ اور ان کے شاگردوں کی انتھک محنت کی وجہ سے یمن میں سلفی (اہل حدیث) دعوت بڑی تیزی سے پھیلی ہے۔

شیخ مطری کی دو بیویاں ہیں جو علیحدہ علیحدہ گھروں میں رہتی ہیں۔ ان کے دس سے اوپر بچے بچیاں ہیں۔ کھانے پینے سے فارغ ہو کر ہم پانچوں ایک تنگ سے کمرے میں سو گئے۔ کمرے کے ساتھ حمام منسلک تھا۔ سونے سے پہلے کچھ یمنی لڑکے ہمارے ساتھی ابو مالک سے ملنے آئے تھے جن میں سے ایک کا نام ساجد ہے، یہ محمود بازی کا بھائی ہے جس کا تذکرہ آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ صبح کی نماز ہم نے شیخ محمد الامام کی مسجد میں پڑھی۔ مسجد نمازیوں سے بھری ہوئی تھی۔ قاری صاحب نے خوب لمبی قرأت کی تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ نماز باجماعت میں شامل ہو جائیں اور مسنون قرأت کا حق بھی ادا ہو جائے۔ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

”وكان يطول في الأولى من صلوة الصبح و يقصر في الثانية“ اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) صبح کی پہلی رکعت لمبی اور دوسری رکعت (اس کی بہ نسبت) مختصر پڑھتے تھے۔ (صحیح البخاری: ۵۹: ۷ صحیح مسلم: ۴۵۱)

اس مدرسے میں ایک ہزار کے قریب طالب علم پڑھتے ہیں۔ تقریباً ہر طالب علم اور ہر نمازی کی کمرے سے خیر لٹک رہا تھا۔ اسلحہ کی یمن میں فراوانی کے باوجود کوئی ناخوشگوار واقعہ ہمارے علم میں نہیں آیا۔ لوگ امن اور سکون کے ساتھ ایک دوسرے کے پاس سے گزر رہے تھے۔ یہاں شیخ توفیق البعدانی سے ملاقات ہوئی۔ شیخ توفیق فقہ و علوم اسلامیہ کے زبردست ماہر اور انتہائی متواضع و ملنسار عالم دین ہیں۔ ابو مالک صاحب یہاں سے اپنے علاقے حضر موت کی طرف چلے گئے۔

صنعا میں آمد

ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر ہم چاروں (راقم الحروف، ابوہشام، ابو عقیل اور ہشام بچہ) معبر سے صنعا کی طرف روانہ ہوئے۔ صنعا یمن کا دار الحکومت ہے اور پہاڑوں میں گھرا ہوا انتہائی خوبصورت شہر ہے۔ دوپہر کے قریب صنعا میں مطعم الشام کے پاس پہنچے۔ یہاں ایک علم دوست نوجوان محمود بازلی سے ملاقات ہوئی۔ بہت ہی ملنسار اور مہمان نواز ہیں۔ وہ ہمیں اپنے کسی رشتہ دار کے گھر لے گئے۔ جہاں تک یاد پڑتا ہے وہ ان کے ایک سگے بھائی کا گھر تھا۔ ابوہشام نے اسے بتایا کہ ہماری دوپہر کی دعوت عمران شہر میں ہے۔ لہذا آپ دوپہر کے کھانے کا بندوبست نہ کریں۔ محمود صاحب ہمارے لیے قسمائے شربت اور پانی لے آئے۔ یہاں ہم نے کپڑے وغیرہ بدلے اور نماز پڑھی۔

صنعا قدیم شہر ہے۔ حدیث کی مشہور کتاب مصنف عبدالرزاق والے امام ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الصنعانی (متوفی ۲۱۱ھ) اسی شہر کے باشندے تھے۔ امام عبدالرزاق کی بیان کردہ احادیث صحاح ستہ کی ساری کتابوں میں موجود ہیں۔ عبدالرزاق الصنعانی سے پہلے امام ہمام بن منبہ بن کامل الصنعانی (متوفی ۱۳۲ھ) نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنی ہوئی احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔ جو کہ صحیفہ ہمام بن منبہ کے نام سے مطبوع و مشہور ہے۔ یہ حدیث کی قدیم ترین کتابوں میں سے ہے اور اس کی ساری احادیث یقیناً صحیح ہیں۔ واللہ

سلطان العمرانی سے ملاقات

محمود بازلی سے اجازت لے کر ہم عمران شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ صنعا کے لمبے بازاروں سے گزرتے ہوئے شارع ستین پر آئے۔ یمن کے صدر علی (بن) عبداللہ (بن) صالح کے قصر حکومت کے پاس سے گزرے۔ عبدالمجید الزندانی کی یونیورسٹی (الجامعہ) دیکھی۔ یہ وہی زندانی ہے جس کے بارے میں شیخ مقبل رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ:

”إن زندانی ضال مضل ملبس“

بے شک زندانی ضال (گمراہ) مضل (گمراہ کرنے والا، اور) ملبس (تلبیس کرنے والا) ہے۔

کافی دیر کے بعد صنعا شہر سے باہر نکلے۔ اب راستے کے دونوں طرف پہاڑیاں ہی پہاڑیاں تھیں۔

ابوہشام کا اپنے رشتہ دار سلطان سے موبائل پر رابطہ تھا۔ عمران کے بجلی گھر کے پاس سلطان ہمارا منتظر تھا۔ عصر سے کافی دیر بعد ہم عمران پہنچے۔ سلطان اور اس کے ساتھی نے ہمارا استقبال کیا۔ سلطان اور اس کا ساتھی کوئی چیز کھا رہے تھے جس کی وجہ سے ان کے مونہوں کی ایک طرف پھولی سو جھی ہوئی تھی۔ یہ بعد میں معلوم ہوا کہ دونوں ایک نشہ آور درخت

”قات“ کے پتوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

سلطان کی گاڑی کے پیچھے ہم اپنی گاڑی کے ساتھ روانہ ہوئے۔ سڑکوں پر کتے بلیاں مرے پڑے تھے۔
کافی دیر کے بعد ہم سلطان کے گھر پہنچے۔ قدیم زمانے کے اس گھر میں داخل ہوئے۔ ایک بہترین قالین بچھے ہوئے
کمرے میں ہمیں بٹھایا گیا۔

مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔ میزبان کو جب معلوم ہوا کہ ہم نے دوپہر کا کھانا نہیں کھایا تو فوراً گھر سے ہلکا ساناشتہ نما کھانا
لے آئے اور کہا کہ آپ کے لئے سپیشل کھانا پک رہا ہے۔ یہ ہلکا سا کھانا کھا کر، نماز مغرب پڑھ کر ہم سامنے والے
کمرے میں سو گئے۔ دونوں کمروں کے درمیان ایک حمام تھا۔ جس کے لیے پانی باہر سے لانا پڑتا تھا۔

رات گیارہ بجے کے قریب سو کر اٹھے تو عشاء کا کھانا تیار تھا اور سلطان کے بہت سے رشتہ دار حاضر تھے۔ سلطان نے
سالم دنبذخ کر کے بہترین طریقے پر پھنسا کر تیار کروایا تھا۔ سلطان وہاں ایک مقامی سکول میں ٹیچر (مدرس) ہے۔
کھانے پینے کے بعد سلطان نے سبز رنگ کے پتوں کی ایک تھیلی ہمیں پیش کی اور مطالبہ کیا کہ ہم اس سے ”شغل
فرمائیں“

ہم نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟

سلطان نے کہا: ”یہ قات ہے“

میں نے سلطان کو بتایا کہ قات کھانا جائز نہیں ہے۔ یہ نشہ آور بھی ہے اور صحت کے لیے مضر بھی ہے۔ سعودی علماء نے
اس کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے۔ اس شجرہ خبیثہ پر سعودی عرب میں پابندی ہے۔ (بس یہ سمجھ لیں کہ یہ درخت تمباکو سے
مشابہ ہے۔ مگر تمباکو سے زیادہ ضرر رساں ہے۔ تمباکو سے تو جراثیم کش دوائیں تیار ہو سکتی ہیں مگر اس درخت کا مصرف
میرے علم کے مطابق صرف نشہ ہی نشہ ہے)

شیخ محمد بن عبداللہ الامام المعمری الیمنی وغیرہ نے اس قات کی حرمت (حرام ہونے) پر کتا میں لکھیں ہیں۔

اس کے بعد میں سونے والے کمرے میں آکر اپنے بستر پر لیٹنے کے لیے بھکا تو دیکھا کہ سلطان کا سب سے چھوٹا، ایک
سال کا بچہ آرام و سکون سے سویا ہوا ہے۔ سلطان کو بلوا کر بچے کو گھر بھجوا دیا۔ اس نے کوئی پیشاب وغیرہ نہیں کیا تھا۔
بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں اپنے گھر اور مستقل مسکن کے علاوہ دوسری جگہوں پر نیند نہیں آتی۔ مگر میں جہاں بھی
جاؤں نیند کے وقت نیند فوراً آ جاتی ہے۔ واللہ

ابوہشام اور ابو عقیل عمرانیوں سے مہمان خانے میں باتیں کرتے رہے۔

رات تین بجے کے قریب میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ابوہشام اور ابو عقیل کمرے میں اپنے اپنے بستروں پر لیٹے ہوئے
باتیں کر رہے ہیں۔ میں نے السلام علیکم کہہ کر انہیں بتایا کہ تین بجنے میں پانچ منٹ باقی ہیں۔ وہ یہ سن کر بھی ایک

دوسرے سے باتیں ہی کرتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا:

”کیا آپ صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھیں گے؟“

میری یہ بات سن کر وہ سمجھ گئے اور چپ ہو کر سو گئے۔

صبح سو ایاں بجے اذان فجر ہوئی تو میں نے اٹھ کر وضو کیا اور سلطان کے بھائی کے ساتھ مسجد گیا۔ سعودی عرب ہو یا یمن، یہ عرب لوگ صبح کی نماز اندھیرے میں ہی پڑھتے ہیں۔ یہ لوگ کے حنفیوں اور پاکستان کے دیوبندیوں و بریلویوں کی طرح خوب روشنی پھیلنے تک انتظار نہیں کرتے۔

تنبیہ: جس حدیث میں آیا ہے کہ صبح کی نماز خوب روشنی کر کے پڑھو وہ اس حدیث کی وجہ سے منسوخ ہے جس میں آیا ہے کہ نبی ﷺ وفات تک صبح کی نماز اندھیرے ہی میں پڑھتے رہے ہیں، آپ نے دوبارہ خوب روشنی کر کے صبح کی نماز نہیں پڑھی، دیکھئے سنن ابی داود، باب فی المواقیت ح ۳۹۴ و ص حدیث حسن، وقال الالبانی ”حسن“

صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنے کے بعد واپس ڈیرے پر آیا تو دیکھا کہ ابو ہشام اور ابو عقیل وضو کی تیاری کر رہے ہیں۔ دیر سے سونے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔

ابو ہشام اور ابو عقیل نے نماز کے بعد دوبارہ آرام کیا۔ میں اور ہشام دوسرے کمرے میں سلطان کے رشتہ داروں کے پاس بیٹھ گئے۔ موسم کافی ٹھنڈا تھا۔ ہشام نے اپنے ماموں سلطان سے ایک خنجر لے کر اپنی کمر کے گرد باندھ لیا تھا۔ اسے یہ خنجر بہت اچھا لگتا تھا۔

آٹھ بجے کے بعد ناشتہ کر کے ہم جبل یزید کی طرف روانہ ہوئے۔

جبل یزید میں

ابو ہشام کے دوسرے رشتہ داروں سے ملنے کے لیے عمران سے جبل یزید کی طرف روانہ ہوئے۔ چٹیل پہاڑیوں کے درمیان سے گزر کر جب ہم مطلوبہ گاؤں میں پہنچے تو لوگوں نے ہوائی فائرنگ کر کے ہمارا استقبال کیا۔ اس ہوائی فائرنگ کو عربی زبان میں ”الدفرہ“ کہتے ہیں۔ شیخ محمد بن عبداللہ الامام اسے اسراف وغیرہ کی وجہ سے ناجائز و ممنوع سمجھتے ہیں۔ دیکھئے ”تنویر الأبصار بما فی الرماية من النافع والأضرار“ (ص ۱۱)

ابو ہشام اور ان کے بیٹے ہشام نے اپنے رشتہ داروں سے ملاقاتیں کیں۔ ہم نے کافی سفر طے کر کے پہاڑوں کے درمیان نیچے وادی میں پانی کا ایک چشمہ دیکھا۔

گاؤں میں ایک بہت ہی پرانی مسجد تھی۔ یہاں ابو ہشام نے اذان دی اور میں نے نماز پڑھائی۔

پھر دوپہر کا کھانا کھائے۔ انہوں نے بھی دنبہ ذبح کر کے پکایا تھا۔ یہ لوگ بھی ہاتھ دھونے کے لیے ایک بالٹی لائے تھے۔ ان لوگوں سے بمشکل اجازت لے کر ہم واپس روانہ ہوئے۔ ایک جگہ چھوٹا سا چشمہ تھا۔ وہاں گاڑی کھڑی کر کے

پانی پیا۔ پھر سلطان وغیرہ کو الوداع کہہ کر عمران سے ہوتے ہوتے صنعا پہنچے۔ شام ہو چکی تھی۔ ایک جگہ سے کچھ مالٹے کیلے خریدے۔ دیکھا کہ کالا انگور بھی موجود ہے۔ سنا ہے کہ کالا انگور صحت کے لیے بہت مفید ہے۔ لہذا کالا انگور بھی خریدا۔

طب کی ایک کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ:

”کالے انگور کے سلسلہ میں ماہر پروفیسر کیز کی تحقیقات میں لکھا ہے کہ اسے لگاتار استعمال سے دل کے امراض، کینسر و دوسرے پیچیدہ امراض سے ایک حد تک بچا جاسکتا ہے۔ پروفیسر کیز نے یہ تحقیقات امریکہ میں کیلے فورنیا کے ڈوسی انسٹی ٹیوٹ میں ریسرچ کے دوران کی۔ کالے انگور میں زیادہ پایا جانے والا جوہر ہے ”اینٹی آکسن ٹینٹ“ انسانی جسم میں ”اینٹی آکسن ٹینٹ“ اور ”پرو آکسن ڈینٹ“ دونوں پائے جاتے ہیں۔ جب جسم میں ”پرو آکسن ڈینٹ“ کی مقدار بڑھ جاتی ہے، تو جسم پر اس کا خطرناک اثر ہوتا ہے۔ نتیجہ میں جسم میں دل کے امراض سے متعلق امراض یا کینسر جیسی جان لینے والی بیماریاں پیدا ہو جانے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ جب کہ ”اینٹی آکسن ڈینٹ“ کی زیادہ مقدار بھی ہو تو اس کا کوئی نقصان دہ اثر نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ کالے انگور کا استعمال جس میں ”اینٹی آکسن ڈینٹ“ کی مقدار کو بڑھائے گا۔ نتیجہ میں پرو آکسن ڈینٹ کی مقدار اپنے آپ کم ہوگی اور انسانی جسم کئی خطرناک امراض کی گرفت میں جانے سے بچ جائے گا“
(تاج القعاقیر ج ۸ ص ۱۸، ۱۹)

ابوہشام رات کو آہستہ آہستہ گاڑی چلاتے رہے۔ عشاء کے بعد جب ہم معمر پہنچے تو محمود بازلی سے ملاقات ہو گئی وہ اپنے گھر لے گئے۔ ان کا گھر شیخ محمد الامام کے مدرسے کے قریب ہے۔ رات وہاں قیام کیا۔
میں نے ترغیب دلو کر ابوہشام وغیرہ کو جلدی سونے پر آمادہ کر لیا۔ لہذا ہم دس بجے سے کچھ پہلے ہی سو گئے۔ رات کے آخری پہرہ وتر پڑھے۔ انتہائی سکون محسوس ہو رہا تھا۔ ابوہشام بھی آخری پہراٹھ گئے اور تہجد کی چند رکعتیں مع وتر پڑھیں۔ صبح کی نماز شیخ محمد الامام کے مدرسے میں پڑھی۔ پھر واپس آ کر محمود صاحب کے گھر میں ناشتہ کیا۔ ہم خوب تازہ دم تھے۔
(باقی ان شاء اللہ اگلے شمارہ میں ملاحظہ کیجئے)

ابوالعباس حافظ شیر محمد

ہمسائیوں سے محبت

دین اسلام میں ہمسائیوں، پڑوسیوں کے بڑے حقوق ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:
اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی چیز میں شرک نہ کرو، والدین، رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، رشتہ دار پڑوسیوں،
اجنبی پڑوسیوں، پہلو کے ساتھ (یعنی بیوی)، مسافر اور غلاموں سے اچھا سلوک کرو [سورۃ النساء: ۳۶]
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مازال جبریل یوصینی بالجوار حتی ظننت أنه سیورثہ
مجھے جبریل (علیہ السلام) لگا تا، پڑوسی کے ساتھ (اچھے سلوک کا) حکم دیتے رہے یہاں تک کہ میں
نے یہ خیال کیا کہ وہ اسے (پڑوسی کو) وراثت کا حق دار قرار دیں گے۔
[صحیح البخاری: ۶۰۱۵ و صحیح مسلم: ۲۶۲۵ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما]

ایک حدیث میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”والله لا يؤمن.... الذی لا یأمن جاره بوائقہ“

اللہ کی قسم وہ شخص (پورا) مؤمن نہیں ہو سکتا۔ جس کا پڑوسی اس کے شر و فساد سے محفوظ نہ رہے۔

[صحیح البخاری: ۶۰۱۶]

ایک حدیث میں آیا ہے کہ وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کی ایذا رسانی اور شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ رہے۔
[مسلم: ۴۶]

سیدنا ابو شریح العدوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من کان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم جاره

جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ اپنے پڑوسی کی عزت (اور اس سے اچھا سلوک) کرے۔ [بخاری: ۶۰۱۹، مسلم: ۴۸]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يؤذ جاره

جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے تو وہ اپنے پڑوسی کو (کوئی) تکلیف نہ دے۔ [بخاری: ۶۰۱۸، مسلم: ۴۷]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو حکم دیا:

يا نساء المسلمين ، لا تحقرن جارة لجارتها ولو فرسن شاة

اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کو (تخنہ میں) ہلکی چیز (تک) دینے میں حقارت محسوس نہ کرے اگرچہ یہ بکری کا کھرہ ہی کیوں نہ ہو۔ [بخاری: ۶۰۱۷، مسلم: ۱۰۳۰]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ:

فلانی عورت (ہر) رات کو تہجد پڑھتی اور ہر دن کو روزہ رکھتی ہے، (اچھے) کام کرتی اور صدقہ دیتی ہے لیکن وہ اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف دیتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لا خیر فیہا، ہی من اهل النار“ اس عورت میں کوئی خیر نہیں ہے۔۔۔۔۔ وہ جہنمیوں میں سے ہے۔

کہا گیا کہ فلانی عورت فرض نماز پڑھتی ہے اور (کبھی کبھار) پیر کے ٹکڑے صدقہ کر دیتی ہے اور کسی کو تکلیف نہیں دیتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہی من اهل الجنة وہ جنتیوں میں سے ہے

[الادب المفرد للبخاری: ۱۹، مسندہ صحیح، صحیح ابن حبان ۶۱۳، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو پڑوسیوں کے بارے میں پوچھا گیا کہ کس سے (زیادہ) حسن سلوک کیا جائے! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِلٰی اَقْرَبِھِمَا مِنْکَ اَبًا۔ جس کا دروازہ تمہارے گھر کے زیادہ قریب ہو [بخاری: ۶۰۲۰] ہر مسلمان پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھے، ان سے حسن سلوک کرے اور کسی قسم کی تکلیف نہ دے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی (سید) ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”یا ابا ذر! اذا طبخت مرقۃ فأكثر ماءها و تعاهد جيرانک“ اے ابوذر! جب تم شوربے والی کوئی چیز پکاؤ تو اس میں پانی ڈال کر شور باز زیادہ کر دو اور اپنے پڑوسی کا خیال رکھو۔ [مسلم: ۲۶۲۵/۱۴۲، اسلامی طرز زندگی ص ۲۰۴]